جلد 1 شمارہ 9

یادگارِ رضا

مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، تاریخی ماہوار رسالہ

بسرپرستی:

حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا مولوی مفتی قاری حاجی
شاہ محمد حامد رضا خان صاحب دامت برکاتہم

باہتمام:

جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب

مطبع اہلسنّت بریلی میں چھپا اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سے شائع ہوا

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

      /makhtarraza1011

رجسٹر نمبر اے ۱۶۱۸

۷۸۶

مذہبی — اخلاقی

یادگار رضا

معاشرتی — تمدنی — تاریخی

ماہوار رسالہ

بسرپرستی

حضرت حجۃ الاسلام جناب مولنا مولوی مفتی قاری حاجی شاہ محمد حامد رضا خانصاحب دامت برکاتہم

زیر ادارت

ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری

و

نائب مدیر ابوالفرح محمد علی حامدی آنولوی

باہتمام جناب مولنا مولوی محمد ابراہیم رضا خانصاحب خلف اکبر زیب سجادہ عالیہ رضویہ دامت برکاتہم

مطبع اہلسنّت و جماعت بریلی محلہ سوداگران میں چھپا

اور دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی سے شائع ہوا

قواعد و ضوابط رسالہ

۱۔ یادگار رضا کا آغاز سال ماہ ربیع الاوّل شریف سے ہوا کرے گا۔

۲۔ ہر قمری ماہ کے پہلے ہفتہ میں رسالہ دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ سے شائع ہوتا رہیگا۔

۳۔ جو اصحاب وسط سال میں خریدار ہونگے اگر اونکی خریداری نصف سال سے قبل ہوگی تو اونکو شروع سال سے خریدار سمجھا جائیگا اور پہلے ماہ کے سائل اونکو روانہ کردیئے جائینگے اور اگر نصف سال کے بعد خریدار ہونگے تو اونہیں اختیار ہوگا کہ وہ شروع سال سے خریدار بنیں یا سال کی پچھلی ششماہی سے۔

۴۔ عام خریداران سے سالانہ (۳ روپے) اور ششماہی (۱۲ آنہ) ممبران جماعت مبارکہ سے سالانہ (۸ آنہ) اور ششماہی (۴ آنہ) لیا جائیگا۔

۵۔ قیمت فی پرچہ ۵ ؍ علاوہ محصول ڈاک ہوگی۔

۶۔ قیمت سالانہ یا ششماہی پیشگی لیجائیگی غیر ممالک سے صرف اُسقدر زائد لیا جائیگا جتنا وہاں کا محصول ہندوستان سے زائد ہے۔

۷۔ بجز اُن اصحاب کے جو پیشگی قیمت ادا کرچکے ہیں جملہ حضرات کو پہلا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جائیگا اور فیس منی آرڈر جسکی اضافہ کرکے (۳ روپے) کا وی پی ہوگا۔

۸۔ رسالہ کسی صاحب کی خدمت میں بلاطلب وی پی روانہ نہیں کیا جاسکیگا۔

۹۔ چندہ کی میعاد ختم ہوجانے پر اگر خریدار کیطرف سے کوئی انکاری اطلاع موصول نہ ہوئی تو اونکو رسالہ وی پی کیا جائیگا جس کا وصول کرنا اونکا اخلاقی فرض ہوگا۔

۱۰۔ ہر مضمون لجد انتخاب درج رسالہ ہوسکیگا۔

۱۱۔ ہر مضمون میں مدیر کو ترمیم و تنسیخ کا اختیار رہے گا۔

۱۲۔ اگر کسی صاحب کے پاس ماہ رواں کا رسالہ نہ پہونچے تو اونکو چاہیئے کہ ۱۵ تاریخ تک اسکی اطلاع دفتر میں کردیں رسالہ حاضر کردیا جائیگا اطلاع دی گئی تو نہیں کیا اور اگر ۱۵ تاریخ کے بعد رسالہ بلاقیمت روانہ کیا جائے گا۔

اجرت اشتہارات

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	¼ صفحہ
۱ ۔ مرتبہ	۳ روپے	۲ روپے	۱ روپیہ
۳ ۔ مرتبہ	لعہ ؍	۸ ؍	للعہ ؍
۶ ۔ مرتبہ	للعہ	لعہ ؍	۸ ؍
۱۲ ۔ مرتبہ	۱۲ روپے	للعہ	لعہ ؍

اغراض و مقاصد رسالہ

اسلام کی حمایت ۔ مذہب اہلسنت کی نصرت ۔ مخالفین کے جواب ۔ مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی معاشرتی اصلاح

خصوصیات

۱۔ مضامین معتمدین علمائے اہلسنت اور بہترین اہل قلم کے درج کیے جائینگے ۔

۲۔ زبان کی حسن و لطافت کا خاص لحاظ رہے گا ۔

۳۔ ہر مسئلہ میں سنجیدگی و متانت سے محققانہ بحثیں ہوں گی ۔

۴۔ مبالغہ و افراط و تفریط سے اجتناب لازم ہو گا ۔

کلام حسن

(ریختہ کلک جواہر سلک امام الفصحا حضرت مولٰنا مولوی حسن رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قادری برکاتی بریلوی)

نالہ سنکر ہنس رہا ہی عاشقِ ناشاد کا — اے تغافل کیش کچھ مونھ کر لبِ فریاد کا

کب ہوا ہی شوقِ وصل اوسپر اثر فریاد کا — کیوں کلیجہ نوچتا ہو تو دلِ ناشاد کا

حال میں کس سے کہوں اپنے دلِ ناشاد کا — ہائے کوئی سننے والا ہی مری فریاد کا

جب اونھیں ملنا نہ ہو منظور تو کیسا اثر — کیا بھروسہ آہ کا کیا آسرا فریاد کا

نوچ لیتے ہیں کلیجہ نالہاے بیکسی — مونھ نہ کھلوائے کوئی میرے لبِ فریاد کا

بیخبر ہو بیخبر کو کیا خبر اِس درد کی — سنگدل ہو سنگدل پر کیا اثر فریاد کا

لو چلے آؤ کہ رازِ عشق ہوجائے نہ فاش — لو چلے آؤ کہ اب وقت آگیا فریاد کا

خاک میں ملجائیگی قدرِ شہادت تیرے ساتھ — خون ناحق بچ رہا دامن اگر جلاد کا

خون حسرت ہاں دکھا رنگیں مزاجی کی بہار — دامنِ گلچیں بنے دامن مرے جلاد کا

یاد کرنا تو بھلایا بھول جانا یاد ہے — بھول جانیوالے قاتل ہاں نہیں تیری یاد کا

کسکے جلووں نے ارادوں کو مسخر کرلیا — اب نہ کوئی جور کا شاکی نہ سائل داد کا

کوئے قاتل میں الٰہی کسنے رکھا ہی قدم — شور ہی کسکی زباں پر مرحبا بیداد کا

آیہ انکھیں تلوونسے مل آیہ دل پامال کر — دن دکھادی چشمِ روشن دلِ ناشاد کا

اُف صفائی جسم جب وہ کھینچنے بیٹھا شبیہ — خامۂ بہزاد سے نقشہ کھنچا بہزاد کا

ہائے مجبوری الفت ہائے جوشِ بیکسی — غیر سے کہتا ہوں نہیں یہ وقت ہی امداد کا

آگیا ہی جب مجھے ذوقِ شہادت کا خیال — مونھ میں بھر آیا ہی پانی خنجرِ جلاد کا

کیوں نہو میرے سخن میں لذتِ سوز و گداز
اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے اوستاد کا

جلد (۱) نمبر (۹) | بابت ماہ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۴۵ھ | چندہ سالانہ (۳عے) قیمت فی رسالہ (۵)

اِسلام اور جمہوریت

ازجناب نواب وحید احمد خانصاحب - ایم - اے - ایل - ایل - بی رضوی

اسلام کے مذہب حق ہونے کے دلائل اسقدر ہیں کہ اون کو احاطہ تحریر میں لانیکی کوشش کرنا گویا چھوٹا مونھ بڑی بات ہے - اسلام کی ہر تعلیم اوس کی ہر رسم اوسکا ہر طریقہ ایسے ناقابل انکار حقائق کا مجموعہ - ایسے براہین ساطعہ و ادلۂ قاطعہ کا مجسمہ ہے جس سے مخالفین کی گردنیں نیچی اون کے دل شرمندہ اور اون کی ہر دلیل باطل و معطل - اسلام کا ہر پہلو ایسے اصول پر مبنی ہے جن کو مہذب و ذیہوش دنیا نے ناقابل تبدیل قرار دیدیا ہے دنیا کے ہر مذہب کے مراسم و تعلیمات کی شکلیں بدلتی رہی ہیں اور بدلتی رہتی ہیں - اونمیں دوسرے اثرات ملکر اون کو کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں اور پھر اصل مذہب کی ایسی صورت

بگڑ جاتی ہے کہ اگر بانی مذہب ہی سے اوسکے متعلق رائے لی جا سکے تو یقین ہے کہ وہ اوسکو "معجون مرکب" سے موسوم کرنے پر مجبور ہو۔

عیسائیت کی موجودہ صورت دیکھیے۔ کیا حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کی یہی تعلیم تھی جو آجکل عیسائیوں میں رائج ہے۔ عیسائیت کچھ عرصہ تک اپنے بانی کے مقررہ اصول پر کاربند ہوئی لیکن جب وہ دوسرے مذاہب مثلاً بت پرستی۔ سورج پرستی۔ یہودیت وغیرہ سے دوچار ہوئی تو اوس میں ایسے اثرات سرایت کر گئے جنہوں نے اوسکو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مذہب سے بالکل مختلف مذہب بنا دیا۔ خود ایک عیسائی مصنف "ڈاکٹر ڈریپر" کہتا ہے۔

"اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ مسیحیت میں ایک بہت بڑا اہم فرق ہے۔ مسیحیت کو کبھی اتنی طاقت حاصل نہ ہوئی کہ دولت روما کی بت پرستی کا قلع وقمع کر سکتی۔ جس قدر اوسکو ترقی ہوئی اوسی قدر بت پرستی کا عنصر اوس میں زیادہ ملتا گیا ایک مذہب کی قدیم شکلیں زندہ ہو کر دوسرے مذہب میں آملیں۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت بت پرستی کے ساتھ مخلوط ہوگئی"۔

تین خداؤں کی پرستش۔ پاپائے روم کا اقتدار نیم خدائی۔ دعوت اخیرہ کی شراب ور روٹی کو مسیح کے خون وگوشت میں تبدیل ہونیکا عقیدہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی پر چڑھکر پھر زندہ ہونا۔ مسئلہ کفارہ وغیرہ وغیرہ ایسے اعتقادات ہیں جنکو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ اسیطرح یہودیت کو لیجیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصول کی پامالی۔ مذہب کا رکن اعظم بھینٹ وغیرہ کو قرار دینا۔ سود کی حلت ایسی تعلیمات ہیں جو کوئی نبی برحق نہیں دے سکتا۔ اہل ہنود کا تو ذکر بیکار ہی ہے۔ اون کے مذہب نے تو ہر مذہب کا اثر قبول کیا ہے۔ اسیطرح بدھ مت ہی جس میں مہایان اور ہینایان کے جھگڑوں نے اوس کی اصل ہیئت پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ اور قابل غور یہ امر ہے کہ ہر مذہب کی جو تعلیم بگڑی پھر نہ سنبھل سکی۔ ماہرین مذہب ومصلحان ملت نے مذہب سنبھالنے کی ہر چند کوشش کی لیکن بجائے اصلاح اوس میں اور خرابیاں ہی پیدا ہوتی گئیں

اور اصول مذہب نہ درست ہونا تھے نہ ہوئے۔

ہندوؤں میں شنکراچاریہ، رامانج۔ رامانند۔ کبیر داس۔ تلسی داس۔ وغیرہ نے ہر چند ہاتھ پاؤں پھڑپھڑائے لیکن ایک گمراہی۔ دوسری کا باعث ہوئی اور وہ خود متعدد گمراہیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اسیطرح یورپ میں مارٹن لوتھر۔ زوانگل۔ کالون وغیرہم نے چند قابل تعریف اصلاحیں کیں لیکن عیسائیت کو تین خداؤں کے پنجے سے وہ بھی نہ چھڑا سکے۔

لیکن اسلام اور صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جسکے بنیادی اصول کبھی پس پشت نہ ڈالے گئے۔ اوس کی ہر رسم اسی نہج سے ادا کی گئی جسطرح شارع علیہ السلام نے تقرر فرمائی تھی اوسکی کوئی تعلیم اگر دوسرے اثرات سے متاثر ہوئی بھی تو تھوڑے ہی عرصہ میں اصلاح ہو گئی اور مذہب کی اصل ہیئت کبھی نہ بگڑی اگرچہ ایسا بھی ہوا کہ منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے بعض اشخاص میں وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو اسلام کے خلاف تھیں اور اسطرح سے چند باطل و گمراہ فرقوں کا ظہور ہوا۔ لیکن مسلمانوں کا سواد اعظم ہمیشہ شارع علیہ السلام کے اصول پر سختی کے ساتھ پابند رہا اور اوس کے علمائے حق نے فرق باطلہ کا ایسا رد بلیغ کیا کہ اون کے اغلاط کا کامل انکشاف ہوا اور ہر مسئلہ کو دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا اور چند عرصے کے بعد اصل مذہب پھر اوسی آب و تاب کیساتھ رونما ہو گیا۔

اسلام کی اون تعلیمات میں سے جن پر دوسری اقوام اور دیگر مذاہب کا اثر پڑا ایک تعلیم جمہوریت ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے جس نے دنیا کو جمہوریت کا سبق پڑھایا۔ شخصی اقتدار۔ شخصی حکومت۔ شخصی عزت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں جمہوریت کو مدنظر رکھنے کا حکم فرمایا۔ اسلام کا حکم ہر معاملہ میں مشورت کرنے اور جمہور کے اتباع کرنیکا ہے۔

انسان جب حد تمیز کو پہونچتا ہے تو اوس کو چند در چند مسائل حل کرنا ہوتے ہیں

اوسکو بقائے حیات کیلیے کسب کرنا بھی ضروری ہے - مدنی الطبع ہونے کی حیثیت سے
اوسکو اعزہ و احباب سے میل جول رکھنا بھی ہے - ابنائے جنس کی بہبودی کی لہر بھی اوسکے
قلب میں موجزن ہے اسلیے حکومت موجودہ - معائب و حسنات پر بھی اوسے نظر غائر
ڈالنا ہے - یا مختصراً یوں کہنا چاہیے کہ اصول جمہوریت کا استعمال اولاً انسان کو اپنی
ارتقائی زندگی کی ہر منزل پر کرنا ہوتا ہے اور ثانیاً حکومت کے طرز کا عقدہ لاینحل اوسے
حل کرنا ہے ان ہر دو امور کے لیے اسلام نے صاف ظاہر روشن ہدایتیں فرما دیں - اول الذکر
کیلیے امر الہی ہے **وامرهم شورى بينهم** - یعنی مسلمانوں کو اپنے تمام کام اپنے
باہمی مشورے سے کرنا چاہیے جس سے اوسی زندگی کی دشوار گذارگھاٹیوں سے گزرنے
میں آسانی ہو - مسلمانوں میں محبت و اخلاص پیدا ہو - ایک دوسرے کو اپنا رازدار سمجھے -
یکجہتی و اخوت کا رشتہ مضبوط ہو - اور مسلمان قوم ایک رشتہ میں مضبوطی کے ساتھ منسلک
ہوجائے -

دوسرا مسئلہ (یعنی حکومت کس قسم کی ہو) ایسا سخت ہی کہ ہزاروں برس سے انسانی
دماغ اوسکو حل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے - فلاسفران عالی دماغ و مدبران روشن خیال
ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے آئے ہیں لیکن اقتدار ذاتی اس
دقیق مسئلہ کے طے ہونے میں حارج ہوتا رہا ہے افلاطون و ارسطو نے حکومت کے طرز
کی گتھی کو اسطرح سلجھانا چاہا ہے - وہ کہتے ہیں کہ جب انسانی معاشرت کی بنا پڑی تو انسان
بوجہ عدم تعلیم و جہالت سخت جنگجو تھا - آئے دن لڑائی - ایک دوسرے کا قتل
معمولی بات تھی - جب لوگ اس لوٹ مار اور قتل و غارت سے تنگ آگئے تو اونہوں
نے ملکر ایک سردار بنانے کا مشورہ کیا - جسکے سامنے وہ سر نیاز خم کریں اور جو اس لڑائی
و فساد کا خاتمہ کردے - اسطرح بادشاہت کی بنیاد پڑی صدیوں بعد جب لوگوں میں
عقل آنا شروع ہوئی اور بادشاہان نشہ غرور سے مخمور ہوئے تو ایک جماعت نے

بادشاہ کے ظلم سے تنگ آکر سلطنت پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ کو معزول کر دیا۔ اب حکومت
امرا جاری ہوئی۔ لیکن یہ جماعت بھی اون عیوب سے جو بادشاہ میں پیدا ہو گئے تھے
پاک و صاف نہ رہی۔ ذاتی اغراض کی تکمیل کے لیے اوس نے عوام پر ظلم کرنا شروع
کیے اور جب مظالم کی انتہا ہو گئی اور اس عرصہ میں عوام کو اپنے حقوق کا خیال
بھی پیدا ہوا تو اونہوں نے سلطنت پر قبضہ کیا اور اس با اقتدار جماعت کو خیر باد کہا
اب جمہوریت کا دور دورہ ہوا لیکن چند صدیوں کے بعد عوام امور سلطنت سے
ناواقف ہونے کی وجہ سے اور نیز اپنے حقوق کو مستقیم دیکھ کر ظالم و جابر بن گئے اور سخت
مظالم کا ارتکاب ہونے لگا۔ جب لوگ اس زمانہ ظلم سے تنگ آگئے تو پھر ایک ایسے
شخص کی ضرورت ہوئی جو امن و امان قائم کرے اور ظلم کی بیخ کنی ہو۔ پھر بادشاہ
کنج مذلت سے ذرۂ اقتدار پر لایا گیا۔ افلاطون و ارسطو کہتے ہیں کہ دنیا کی حکومت
اسی اصول پر بدلتی چلی جائے گی۔ یعنے پہلے بادشاہت۔ پھر حکومت امرا اور پھر حکومت
عوام (جمہوریت) اور جب یہ دائرہ پورا ہو گیا تو پھر بادشاہت سے ابتدا ہو گی اسکو فلسفہ
تاریخ کی اصطلاح میں "ارسطو کا دائرہ (سائکل)" کہتے ہیں۔

7

ارسطو و افلاطون کے بعد دیگر فلاسفر پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے زمانہ کے اثرات
سے متاثر ہو کر کسی نے بادشاہت۔ کسی نے حکومت امرا۔ اور کسی نے حکومت عوام پر
زور دیا اور دنیا اسی طرح اس عقدہ کے حل کرنے میں مشغول رہی۔ جس قدر تعلیم کا رواج
ہوتا گیا بادشاہت کی قسمیں۔ حکومت امرا کے اقسام۔ حکومت عوام کی شاخیں پیدا ہوتی گئیں
اور پیدا ہوتی رہینگی۔ لیکن جس اصول کو اسلام نے بتایا ہے وہ ایسا ناقابل تبدیل اور عمدہ
ہے کہ اگر اوس پر کاربند ہو جائے تو دنیا میں امن و امان اور ہر شخص کے حق کی حفاظت
ہو سکے۔

اسلام نے حکومت عوام (جمہوریت) کا سبق پڑھایا ہے لیکن ایسی عمدگی سے کہ اوسکے

عمل میں خرابی نہ آسکے - اسلام بادشاہت کو مٹانے آیا ہے - اوسکا سردار بجائے ملک المؤمنین کہلانے کے امیر المؤمنین کہلاتا ہے اوسکا انتخاب رائے عامہ سے ہوتا ہے اور ہر شخص کو اوس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے - اوسکو ہر مشکل مسئلہ میں رائے لینا ضروری ہے، اور ہر مہم کا سرانجام بعد مجلس شوریٰ کرنا ہوتا ہے - لیکن جب مجلس شوریٰ میں کوئی بات طے ہو جائے اوسکا اتباع ہر شخص کو لازمی ہے - بعض باتوں میں جنمیں اوسکو ہر شخص سے زیادہ تجربہ ہے صرف اوسی کی رائے کافی ہے جسطرح میدان جنگ میں جنرل کا ہر لفظ قانون ہوتا ہے - اگر اوس میں بددیانتی - ظلم - شخصی اقتدار کا شائبہ بھی پایا گیا تو وہ قابل معزولی ہے اوسکا عہدہ آبائی یا موروثی نہیں - اوسکا انتخاب قابلیت پر منحصر ہے - اوسکی قابلیت کا معیار قرآن عظیم میں صاف مذکور ہے - إنَّ أكرمكم عند الله اتقكم - اسلام نے حکومت کا یہ طرز بیان فرمایا ہے جس پر کسی طرح کا اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اور جو ہر زمانہ اور ہر ملک میں قابل عمل ہے -

میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس اسلامی اصول یعنی جمہوریت پر دوسرے مذاہب اور اقوام کا اثر پڑا اور یہ اصول چند عرصہ تک پس پشت ڈالا گیا - اسکی مختصر تشریح حسب ذیل ہے -

(باقی دارد)

مرزائی نشانات کا اثر و نفوذ

مرزا صاحب آنجہانی اپنی دعوی نبوت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے پیشگوئیاں کیا کرتے تھے - آنجہانی کی پیشگوئیوں کے متعلق خاکسار راقم کو خوب معلوم ہے کہ وہ منہاج نبوت کی رو سے بالکل غیر معقول تھیں - کیونکہ سلسلہ نبوت میں ایسی پیشگوئیوں کا کہیں پتہ نہیں - تاہم اون پر ضرورت سے زیادہ بحث ہو چکی ہے کہ جسکا معقول جواب مرزائی کسی کیطرف سے تاقیامت نہیں ہو سکتا - آج

میں اس مختصر تحریر میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ قطع نظر اسکے کہ مرزا صاحب کی الہامی پیشنگوئیاں صحیح نکلیں یا غلط اون سے اسلام کو کچھ فائدہ بھی نہیں ہوا۔ بلکہ اونکا نقصان ہوا۔ اور یہ نقصان اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کو خدا نے اسلام کی اشاعت کے لیے ہرگز مامور نہیں فرمایا تھا۔

مرزا صاحب کے الہامات اور پیشنگوئیاں تو بہت سی ہیں بلکہ کئی ایسی زبانوں میں بھی جناب کو الہام ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق آپ کو دعویٰ تھا کہ میں ان زبانوں سے ناواقف ہوں۔ مثلاً انگریزی میں الہام ہوتے ہیں کہ

(This is my enemy) یہ میرا دشمن ہے۔ یا

(Yes I am happy) ترجمہ الہامی ہاں میں خوش ہوں (البشریٰ جلد ا صفحہ ۵۰)

یہ انگریزی کے چھوٹے چھوٹے فقرے انگریزی کی ابتدائی کتب میں بچوں کو پڑھانے کے لیے ہوتے ہیں۔ جو مرزا صاحب پر الہامی صورت میں نازل ہوا کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ شبہ کریں کہ اگر مرزا صاحب کو انگریزی ہی میں الہام ہوتے تھے۔ تو ذرا فصیح اور بلیغ اور اعلےٰ درجہ کی عبارت ہوتی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھی تھیں" (سیرت المہدی صفحہ ۱۴۲) ایک دو کتابیں پڑھنے والے پر اس سے زیادہ بہتر اور کیا الہام اتر سکتا تھا۔ پھر بعض ایسی زبانوں بھی الہام ہو جایا کرتے تھے کہ جن کے متعلق مرزا صاحب کو یہ بھی علم نہ ہوتا تھا کہ یہ کونسی زبان کا لفظ ہے (البشریٰ جلد ا صفحہ ۵۱) پس جب خود الہامی ہی اپنے الہام سے کوئی فائدہ نہیں اوٹھا سکا تو دوسروں پر وہ کیونکر حجت ہو سکتا ہے۔ اسیطرح آپ کے الہامات مثلاً "زلزلہ کا دھکا" "بست و یک روپیہ آنے والے ہیں" "ہیں اوسد الیکھا قدانال جا پیارے" وغیرہ وغیرہ بھی ایسے مہمل ہیں کہ انکو کسی واقعہ پر چسپاں کر کے نبوت کو سچا ثابت کرنیکی کوشش کرنا محض اپنی خوش عقیدگی کا ثبوت دینا ہے۔ جو اکثر اپنے پیر کے متعلق مریدوں کو ہوا

کرتی ہے اور جس سے دوسروں کو کچھ سروکار نہیں ہوا کرتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مرزا صاحب کے ایسے کون سے الہامات ہیں کہ جن پر مضمون ہذا میں بحث ہوگی اس کا جواب یہ ہی کہ وہی تین الہامی پیشنگوئیاں کہ جنکو خود مرزا صاحب نے عظیم الشان نشان بنایا ہی ہماری بحث کیلیے کافی ہیں کیونکہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہی کہ یہ تین نشان ہندوستان کی تین بڑی قوموں یعنی عیسائیوں ہندؤں اور مسلمانوں کیلیے ہیں پس انہیں عظیم الشان نشانات کے اثر و نفوذ کو دیکھ لینا کافی ہوگا۔

یہ تین عظیم الشان نشانات مرزا صاحب کے ارشاد کے بموجب یہ ہیں (اول) منشی عبد اللہ آتھم صاحب امرتسری (عیسائی) کی نسبت پیشنگوئی (دوم) پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت پیشنگوئی (سوم) مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشنگوئی (یعنی مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی کے خاوند کا مرنا اور آسمانی نکاح کا زمین پر ہونا) (خلاصہ از شہادۃ القرآن صفحہ ۸۰ و ۸۱) اگرچہ یہ تینوں پیشنگوئیاں مرزا صاحب کے الہام کے بموجب بالکل باطل ثابت ہوئیں۔ تاہم یہاں اون کے غلط یا صحیح ہونے پر بحث نہیں۔ صرف یہ دکھانا منظور رہے کہ ان سے اسلام کو کیا فائدہ ہوا یا دوسری قوموں پر اسکا کیا اثر ہوا۔ (نوٹ۔ اس مضمون میں جہاں جہاں قادیانی اصل تحریرات نقل کیگئیں ہیں اون میں صرف خطوط وحدانی کی عبارت راقم مضمون کیطرف سے ہی۔ باقی نقل مطابق اصل ہے)۔

۱۰

(اول) آتھم کی پیشنگوئی کے بعد جب وہ مطابق پیشنگوئی پندرہ مہینے مین نہ مرا تو عیسائی بہت خوش ہوئے اور مرزا صاحب کے ساتھ اسلام کی بھی توہین کرنے لگے چنانچہ خود آنجہانی لکھتے ہیں۔

(کہ اس پیشنگوئی کی میعاد کے بعد جب آتھم نہ مرا تو) انہوں (عیسائیوں) نے پشاور سے لیکر الہ آباد۔ اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین

اسلام پر چھٹے کیے (سراج منیر طبع ۲ صفحہ ۵۴) پادریوں نے آتھم کے معاملہ میں حق پوشی کر کے بہت شوخی کی اور امرتسر سے شروع کر کے پنجاب اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ناچتے پھرے اور بہروپ نکالے اور ایسا شور و غوغا کیا کہ ابتدائی عملداری انگریزی سے آجتک اسکی کوئی نظیر نہیں مل سکتی اور اس جھوٹی خوشی میں جس کے مقابل انہیں کا کانشنس ان کے منہ پر طمانچے مارتا تھا بہت برا نمونہ دکھایا اور گندی گالیوں سے بھرے ہوئے ہر طرف خط بھیجے اور شور کیا اور وہ شوخی ظاہر کی کہ گویا ہزاروں فتح اور نیک نصیب ہو گئیں (ایضاً صفحہ ۵۳)

یہ تو سب کچھ ہوا لیکن ان میں سے ایک پادری بھی ایسا نہ نکلا کہ جس نے آکر مرزا صاحب کو کہا ہو کہ اے مرزا صاحب بیشک آتھم والی آپ کی پیشگوئی سچی نکلی اور میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کے متعلق لکھا ہے "کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔ متی باب ۲۳ آیت ۳۹ (تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ ۳۵) اور آپ فی الواقع مسیح کا نام پا کر خداوند خدا ہی کی طرف سے آئے ہیں (ایضاً صفحہ ۳۶)۔

(دوم) لیکھرام کی پیشگوئی کے متعلق خود مرزا صاحب نے ایک ہندو اخبار کے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔

"وہ کہ یہ (پنڈت لیکھرام کا) قتل کئی ایک اشخاص کی مدت کی سوچی اور سمجھی ہوئی اور پختہ سازش کا نتیجہ ہے"

"جسکی تجاویز امرتسر اور گورداسپورہ کے نزدیک اور دہلی اور بمبئی کے اردگرد ہو رہی تھیں"۔

"کیا غیر اغلب ہے کہ اس سازش کا جنم ان اشخاص سے ہوا ہو کہ جو علانیہ بذریعہ تحریر و تقریر"

"کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالینگے اور مزید براں یہ کہ پنڈت اس عرصہ میں اور فلاں دن ایک"

"دردناک حالت میں مریگا کیا آریہ دھرم کے مخالف چند ایک کتب کے ایک خاص مصنف (یعنی مرزا صاحب انجہانی) کو"

"اس سازش سے کوئی تعلق نہیں ہے" (سراج منیر طبع ۲ صفحہ ۲۴ حاشیہ)

مطلب یہ ہے کہ ہندو قوم نے اس پیشگوئی سے یہ نتیجہ نکالا کہ پنڈت لیکھرام کو مرزا صاحب نے
سازش کے ساتھ قتل کرایا ہے جیسا کہ سوامی شردھانند کے قتل کے بعد ہندو اخبارات
شبہ کر رہے ہیں کہ بعض مسلم لیڈروں کی سازش سے یہ قتل واقعہ ہوا ہے (تیج کا شہید نمبر
صـ۴۷) ایسا ہی اوس وقت مرزا صاحب پر ہندو قوم نے شبہ کیا۔ لیکن کبھی۔ ایک
ہندو یا آریہ نے جناب آنجہانی کے پاس جا کر یہ نہ کہا کہ مرزا صاحب! آپ کی پیشگوئی
پنڈت لیکھرام کے حق میں پوری ہوگئی اور "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی
ہے" (لکچر سیالکوٹ صـ۳۴) اور "جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی
آریوں کا بادشاہ ہے" (نتیجہ حقیقۃ الوحی صـ۸۵) اور آپ ہی وہ شری نشکلنک بھگوان کا
اوتار ہیں کہ جن کا جنم کلجگ کے وقت میں لکھا ہے (ایضاً صـ۸۶)

اسی پیشگوئی کے ضمیمے میں سوامی شردھانند کے قتل کو بھی مرزائی صاحبان پیش کر رہے
ہیں۔ سوا اس ضمیمہ سے تو جو اسلام کو فائدہ ہوا ظاہر ہے کہ تمام ہندو قوم ایک ہو کر اسلام کو پامال
کرنے کے منصوبے باندھ رہی ہے چنانچہ قادیان کے گدی نشین مرزا محمود احمد صاحب خود
فرماتے ہیں۔ کہ

۱۲

> شردھانند کے قتل نے ہندو قوم کی روح کو زندہ کر دیا ہے۔ پشاور سے لیکر
> کلکتہ تک کے تمام ہندو بلا امتیاز متفق ہو گئے ہیں کہ ہم سارے ملکر شردھانند کے
> کام کو جاری رکھینگے۔ اپنی جانیں اور روپیہ شدھی میں خرچ کر ڈالینگے۔ اس
> میں تمام وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسکی موت سے پہلے اسکے مخالف تھے اسکے
> مارے جانے کے بعد ممکن ہے کہ پچاس یا سو سال اور زندگی ہندو قوم کو مل جائے۔
> وہ مولوی جن کے فتووں اور تحریکوں سے (اور اوس مدعی کرشنیت کی امت کے
> لوگ جن کے کرشن جی کی پیشگوئی سے)

"یہ واقعہ ہوا وہ تو گھروں میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ بڑا اچھا کام ہوا وہ قاتل اور قادیانی کرشن"

گیسا خوش قسمت اور اسلام کا خادم ہے۔ وہ (اور قادیانی امت کے لوگ) یہ نہیں جانتے کہ ان کے "ضتوؤں" (اور اون کی پیشگوئیوں) کی بدولت اسلام کس خطرہ میں پڑ گیا ہے" (الفضل قادیان ۱۱۔ جنوری ۱۹۳۲ء ص ۵)

مرزا صاحب کی اس پیشگوئی سے بھی بقول خلیفہ صاحب اسلام خطرہ میں تو پڑ گیا۔ لیکن فائدہ کچھ بھی نہ ہوا۔ نہ کوئی ہندو یا آریہ اس کی وجہ سے قادیانی ہوا اور نہ کسی نے اس پیشگوئی کی تصدیق کی۔ اور مرزا صاحب کا دعویٰ کرشنیت بجائے مفید ہونے کے اسلام کے لیے مضر ثابت ہوا۔ (باقی آئندہ)

(خاکسار محمد حسین صابری وارد حال بریلی)

جہاں اسلام اور اہل اسلام پر ہنود اور خصوصاً آریہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے اور طرح طرح کے محض باطل اور لچر اعتراض کرتے ہیں۔ وہاں وہ اپنی کوتاہ بینی سے مسلمانوں پر بہیمیت اور بربریت کا بھی الزام اس معنے کر لگاتے ہیں کہ مسلمان اپنی خواہشات و لذات نفسانی کی خاطر خدائے برتر کی ہزاروں ذی روح مخلوق کی جانیں تلف کر کے اونکا گوشت کھاتے اور اپنے نفس کو موٹا بناتے ہیں جو انتہائی بیرحمی اور سفاکی ہے۔ حالانکہ یہ بات آفتاب نصف النہار کی مثل آشکارا و ہویدا ہے کہ مسلمان مردار اور اون جانوروں کا گوشت کھانے سے سخت اجتناب کرتے ہیں کہ جن میں خصائل ذمیمہ شرعاً و عقلاً و عرفاً ثابت ہونگی ہوں۔ اون کے مذہب مہذب کی صحیح سچی تعلیمات اونکو متنبہ کرتی ہیں اور وہ اس پر

عمل پیرا ہیں کہ جو جانور خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جس جانور کی قربانی خدا کے لیے نہ ہوئی ہو وہ مردار ہے اور اوس کا
کھانا حرام۔ اسیطرح وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جس جانور میں کسی بلا کی یا کسی خو بد کا ایک شائبہ بھی ہو تو وہ نہ تو نذر
خداوندی ہی کے قابل ہے اور نہ اوسکا کھانا ہی جائز۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معترضین کے خیال خام کے موافق
اگر مسلمان اس ایذا رسانی کو اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے ہی کی غرض سے روا رکھتے تو وہ کونسی طاقت
تھی جو مسلمانوں کو سؤر۔ گدہے۔ الو۔ اور کتے وغیرہ کے کھانے سے باز رکھتی اونکو صرف اسی خیال سے باز رکھا
کہ یہ اپنی نجاست اور عادات قبیحہ کے اعتبار سے نہ تو اسی قابل ہیں کہ ان کو اوس پاک معبود کی راہ میں
قربان کیا جائے اور نہ اپنی خباثت کی بنا پر اس لائق ہیں کہ ان کو کھایا جائے۔ وہ ادنی تامل میں عقل سلیم
کی رہبری سے اس صحیح نتیجہ پر پہونچ گئے اور اون کے اوس مشاہدہ اور ذاتی تجربہ نے جو کہ حد تواتر کو
پہنچ چکا ہے اس امر پر حکم جازم لگا دیا کہ اگر وہ بھی سؤر یا اون جانوروں کا گوشت کھانیکے عادی ہو جائیں
کہ جنکے اندر عادات خبیثہ اور بے غیرتی و بیحیائی کا عنصر موجود ہے تو اونکے اندر بھی قاطبتہ انہیں جیسی
بیغیرتی و بیحیائی پیدا ہو جائیگی۔ اس حقیقت سے کون خبردار نہیں کہ اگر سؤر کسی کو اپنی مادہ کیساتھ جفتی کھاتے

۱۴

دیکھتا ہے تو اوسکو اوسکی اصلا پرواہ نہیں ہوتی عنصر حیا کا فقدان اوسکو ہرگز جذبۂ انتقام پر آمادہ نہیں ہونے دیتا
اسیطرح اگر انسان بھی سؤر خوری شروع کر دے تو کیا اوسکی حیائے انسانی کا خاتمہ نہو جائیگا؟ اور کیا اوسکو
اپنی بہو بیٹی کی غیرت باقی رہیگی؟ ہمنے یہ جو کچھ بھی لکھا ہماری جولانی طبع اور جدت تخیل کا نتیجہ نہیں بلکہ
اس امر پر ہمارا ذاتی تجربہ شاہد ہے اور ہمکو اغذیہ و ادویہ کا استعمال اور اون کی نفوس انسانی میں تاثیرات
بتلاتی ہیں کہ ایک انسان اغذیہ و ادویہ کے استعمال سے انہیں اثرات کا حامل ہو جاتا ہے کہ جن اثرات کو
قدرت نے اون اغذیہ و ادویۂ مستعملہ کے اندر ودیعت فرما دیا ہو تو پھر سؤر کھا کر سؤر جیسے خصائل قبیحہ کا پیدا
ہو جانا اس تجربہ کی بنا پر مستبعد نہیں اسی خیال سے مسلمانوں نے صرف سؤر بلکہ ہر اوس جانور کا
گوشت کہانیسے اجتناب کلی رکھا کہ جسپر اون کی شریعت قادسہ نے حرمت اور نجاست کا حکم صادر فرما دیا۔
اگرچہ اونہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ افراد انسان ہی میں سے بعض افراد سؤر وغیرہ کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھکر برغبت
کہاتے ہیں مگر وہ اور اقوام کی مثل مطلق العنان ہو کر اپنی شریعت حقہ کے

حکم کے خلاف ہرگز حرام خوری پر آمادہ نہ ہوئے اگر مسلمان نفس پروری کرتے اور مبتلائے خواہشات
نفسانی ہوتے تو سئور کتے بندر ان سفت کی چیزوں پر کیوں نہ ہاتھ صاف کرتے۔ ہمارے
اس بیان سے صاف کھل گیا کہ مسلمانوں پر گوشت خوری کی آڑ میں بہیمیت و بربریت کا دھبہ
لگانا اور بقول خود اس ایذارسانی کو لذات وخواہشات نفسانی پر محمول کرنا کم عقلی
کے مرادف نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم آگے چل کر اس امر کو ناقابل انکار دلائل و براہین
سے ثابت کریں گے کہ گوشت جو خدائے برتر کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کو نعمت
سمجھ کر نہ صرف کھانا ہی اچھا ہے بلکہ اس امر پر انسان کی وضع خلقی شاہد ہے کہ گوشت
خوری انسانی فطرت میں داخل ہے۔

معترضین کے پاس لے دیکے صرف یہی دلیل ہے کہ بظاہر جانوروں کا ذبح کرنا ظلم
ہے اور ظلم کسی مذہب میں جائز نہیں کھانے والے صرف اپنا دل خوش کرنے کی خاطر
ایک جاندار مخلوق پر اسقدر ظلم وستم روا رکھتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے حقیقۃً
یہ ایک ایسا مغالطہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ایک اچھے عقلمند کو اپنی جگہ سے
ہٹا دینے کے لیے کافی ہے مگر ہر عاقل ایک ادنیٰ تامل میں اس مغالطہ کا استیصال
کلی کرسکتا ہے۔ آج دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہ ملیگا جس میں بکثرت گوشت کھانے
والے موجود نہ ہوں۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس بات کو عقلائے زمانہ جمہوریت واکثریت
کے لحاظ سے اختیار کرتے ہیں وہی بات حق ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا مسلمہ کلیہ اور
ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس سے روگردانی نکریگا مگر معاند۔ ہم اس کلیہ کو مدنظر
رکھتے ہوئے جو اس مسئلہ پر نظر غائر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر ہمارے
سامنے آجاتی ہے کہ جبکہ دنیا کی ساری اقوام بلکہ ہندوؤں میں سے بھی اکثر و بیشتر قومیں گوشت
کھانے کی نہ صرف عادی بلکہ دلدادہ ہیں تو پھر اہل ہنود کا گوشت کھانے کو ظلم اور کھانیوالوں کو
ظالم سمجھنا انتہائی ناحق شناسی اور کھلا عناد ہے۔ معترضین کا یہ قول کہ جانوروں کو ذبح

کرنا بظاہر ظلم معلوم ہوتا ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ ظلم کے معنی صرف ایذا رسانی ہی نہیں اور
اگر ظلم کا انحصار اس معنے میں کیا جائے تو ہر موذی جانور مثلاً سانپ بچھو وغیرہ کا مارنا بھی
ظلم اور حرام ٹھہریگا حالانکہ ہر ملت اور ہر مذہب میں بلکہ ہر کس و ناکس کے نزدیک بالاتفاق
موذی جانوروں کا قتل کرنا جائز ہے اسکو کوئی بھی ناجائز و حرام نہیں بتاتا یا ظلم سے تعبیر
نہیں کرتا - بلکہ ظلم کے معنے یہ ہیں کہ کسی دوسرے کی چیز کو اوسکی بلا اجازت اپنے تصرف
میں لے آنا اگرچہ وہ کتنی ہی معمولی بلکہ محض ناکارہ ہی کیوں نہو اپنی چیز میں ہر وقت اور
ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے - بدیہی بات ہے کہ اگر ایک شخص اپنی ضرورت کیوقت
اپنی گراں بہا اور زریں پوشاک کے ٹکڑے کرکے جلا کر اوس سے کھانا پکالے یا بلا ضرورت
بھی تلف کردے تو اس کو کوئی بھی ظلم سے تعبیر نہ کریگا - لیکن اگر کسی دوسرے کا ایک
معمولی کپڑا بھی لیکر چولھے کی نذر کردیگا تو ہر کس و ناکس کے نزدیک ظالم ٹھہریگا - الغرض
جبکہ ہر وہ شے جوکہ بیع و شرا یا دیگر جائز طرق سے ہماری ملک میں آئی تو ہمکو مالک ہونے کی

۱۶

حیثیت سے اوسپر ہر طرح سے ہر قسم کے تصرف کا اختیار رہے اور اس میں سر مو ظلم نہیں تو وہ
خدائے برتر جو کہ زمین و آسمان بلکہ سارے جہان کا خالق اور مالک حقیقی ہے اگر انسان اشرف
المخلوقات کو گائے بکری وغیرہ کے کھانے کا اپنی مخلوق و مملوک سمجھکر حکم دے تو یہ اوس کا
سراسر عدل ہے اور اگر انسان بھی بنظر تعمیل حکم خداوندی اونکا گوشت کھائے اور مزے
اڑائے تو اوسپر بھی کچھ الزام نہیں اگر یہاں پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خدا کے یہاں سے ایسا
نازیبا حکم جو سراسر وحشت و بربریت پر مبنی ہو ہرگز نہیں آسکتا جسطرح کہ انسان خدائے
عادل کی مخلوق ہے اسیطرح گائے اور بکری وغیرہ بھی عقل سلیم اور طبع مستقیم اس
امر کی نافی ہے کہ تمام مخلوق کا مالک و خالق ماں باپ سے زیادہ اپنی ساری مخلوق پر مہربان
اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کی خوشدلی اور اتمام لذات نفسانی کی خاطر اوسکو ایک
دوسری جاندار مخلوق کے ذبح کرنے اور کھانے کا حکم دے جو اوس کے عدل و انصاف کے

منافی اور ظلم وستم کے مرادف ہی - اگر عذر کیا جائے تو اس اعتراض کا جواب ہمارے
بیان سابق ہی سے مل سکتا ہے لیکن ہم اوسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہم اس سطحی
اعتراض کا قلع وقمع کرنے کی غرض سے ایک دوسرا مدلل جواب حوالہ قلم کرتے ہیں اگر مسلمان
آدم خوری کو جائز و حلال بتاتے خود بھی مردم خوری کرتے اور دوسروں سے بھی اس امر کے
ملتجی ہوتے جسطرح کہ وہ گائے اور بکری کو حلال جانکر خود بھی کھاتے اور دوسروں
سے بھی اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے ہم مشرب و ہم پیالہ ہو کر اس
خداداد نعمت سے لذت اندوز ہوں اور پھر ہندو کسی امر سے خائف ہو کر ایسا کہتے
تو ہمیں اسکے تسلیم کر لینے میں اصلا تکلف نہ ہوتا اور ہم بلا خوف لومۃ لائم ببانگ دھل
یہ کہنے کے لیے طیار ہو جاتے کہ بیشک ہندو بیچارے حق بجانب ہیں ہرگز خدائے کریم
اپنے بندونکو ایسا نازیبا حکم نہیں دیتا - لیکن جب یہ امر مسلم ہو چکا کہ انسان نہ صرف
بہائم بلکہ خدائے برتر کی تمامی مخلوق سے اشرف و اعلےٰ ہے گائے اور بکری و غیرہ
شرافت اور بزرگی میں انسان کے ہم سنگ پاسنگ بھی نہیں تو اس صورت میں
اگر خدائے حکیم نے اشرف و اعلےٰ کو ادنی اور کمتر کے استعمال میں لانے اور نہ صرف بلا
وجہ بلکہ اونکا گوشت کھا کر فائدہ اوٹھانے اور اس عطائے نعمت پر توفیق شکر عطا فرمانے کی
جہت سے ذبح کرنیکا حکم دیا تو کیا ستم کیا - کیا معترضین کو اس بداہت سے بھی انکار رہیگا
کہ دنیا میں اعلےٰ کے لیے ادنی کا استعمال میں لانا دستور عام ہے اگر معترضین کائنات عالم پر
متجسسانہ نظر ڈالیں تو اون کو اس قسم کی صدہا جیتی جاگتی مثالیں نظر آئیں گی - اس سے
کون واقف نہیں کہ ایک انسان کی پوشش کی غرض سے نہایت بیش بہا کپڑے کے
ٹکڑے اور پارچے کرکے پوشاک طیار کی جاتی ہے - بقائے نفس انسانی کی خاطر ہزاروں
من گیہوں پیس کر سرمہ سا کر دیے جاتے ہیں - تاکہ اونسے حلوے اور روٹیاں بنائیں -
کھائیں اور لطف سے زندگی بسر کریں - ایک بلند و بالا مکان اور ایک عشرت منزل کی

تعمیر کی خاطر گرانبہا اور بیش قیمت پتھر سنگ موسیٰ سنگ مرمر کو توڑ پھوڑ گڑھ کر لگاتے ہیں صدہا بیزبان درختوں کو جڑ سے کاٹ کر چیرتے اونسے کڑیاں اور تختے نکالتے اور مکان میں لگاتے میں جب انسان کو اشرف و اعلےٰ سمجھا جبھی تو گیہوں اور کپڑے پر بیشی قیمت اور بیزبان شجر وحجر پر اوسکے استعمال میں لانے کی خاطر یہ ظلم وستم روا رکھا - بلکہ اس صورت میں جبکہ انسان کا اشرف المخلوقات ہونا مسلم اور اطبائے عالم کا اسپر اتفاق کہ گوشت انسان کے لیے بغایت درجہ سودمند ہے اور پھر بھی وہ حکیم مطلق انسان کو گوشت کھانے سے منع کرے اور حکم نہ دے تو یہ اوسکی حکمت کے منافی ہے - (باقی دارد)

(فقیر ابوالمعانی مدیر رسالہ)

سلطان محمود غزنوی پر بخل کا الزام

(از نواب حامد علے خاں صاحب اشرفی بریلوی)

دنیا میں سب سے پہلے تاریخ نویسی کا شوق جس قوم میں پیدا ہوا وہ مسلمان ہیں - انھوں نے اسمیں کمال حاصل کیا اور اس فن کو انتہا تک پہونچا دیا - سلاطین اسلام جب تک اوج پر رہے یہ شوق برابر مسلمانوں میں قائم رہا مگر جب سلطنتوں میں ضعف آنا شروع ہوا تو یہ شوق بھی مسلمانوں میں کم ہوتا گیا کیونکہ یہ کلیہ قاعدہ کہ جس چیز کی سرپرستی حکومت وقت کرتی ہے وہ ضرور ترقی پاتی ہے مگر جب حکومت خود ہی زوال پر ہو تو سرپرستی کون کرے لہذا جہاں اور علم وفنون کی مسلمانوں میں کمی ہوتی گئی وہاں تاریخ نویسی بھی رفتہ رفتہ معدوم ہوگئی حتے کہ آج وہ دن ہے کہ مسلمانوں میں ایک بھی اعلےٰ پایہ کا مورخ نظر نہیں آتا اور اگر کوئی ہے بھی تو وہ مغربی اثر کے تحت اور اسی باغ کا خوشہ چین - برخلاف اسکے چونکہ یورپ عرصہ سے ترقی پر ہے اور وہاں کی

سلطنتیں اکثر و بیشتر علوم و فنون کی سرپرست اسلیے اس فن کو بھی عیسائیوں نے بالکل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہزار ہا کتابوں کے ترجمے کیے سیکڑوں کتابیں لکھیں مگر افسوس کہ تقریباً انکی تمام تاریخی تصانیف پر تعصبیت کا بہت گہرا اثر پایا جاتا ہے وہ جب اپنی قوم کے کسی بادشاہ یا قابل الذکر ہستی کی لائف لکھنے بیٹھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی عیب تھا ہی نہیں۔ اسکی ہر برائی کو اچھائی۔ اور اسکے ہر عیب کو ہنر کرکے دکھاتے ہم یہ تہیہ کر لیتے ہیں کہ اگر اسکی اچھائی کو بھی برائی نہ کر دکھایا تو کوئی بات نہ ہوئی اسکا ہر ہنر معمولی بات تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسکے ہزار ہا صفات ان کی نگاہ میں کوئی خاص وقعت نہیں رکھتے۔ ہاں البتہ اگر کوئی معمولی سی معمولی لغزش بھی ان کی گرفت میں آگئی تو بس اسکے تمام عمدہ کارناموں کے دھونے کے لیے یہ کافی ہو گئی اور اگر بدقسمتی سے یہ بھی نہیں تو کسی صورت واقعہ پر رنگ چڑھا دینا کون سی بڑی بات ہے کبھی نہایت معمولی واقعہ کو وہ اہمیت دی اور رنگ بدلا کہ ہزار برائیوں کی وہ ایک برائی قرار پاگیا۔ چنانچہ یہی صورت بیچارہ محمود غزنوی کے ساتھ بھی پیش آئی۔ وہ محمود جسنے اسلام کی بہترین خدمات انجام دین۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے حکومت کا راستہ کھولگیا۔ اس زمانہ میں جبکہ علاوہ اہل اسلام کے دنیا کی اور اقوام بھی مدعی شجاعت تھیں وہ محمود ہی تھا کہ جسنے ثابت کر دیا کہ وہ اس وقت کا فاتح (قاعد) اعظم ہے وہ ہندوستان۔ جہاں راجپوتوں کا دور دورہ تھا چپہ چپہ ان کی ہمت و بہادری کی داد دیتا تھا۔ گوشہ گوشہ انکی شجاعت اور جوانمردی سے گونج رہا تھا انکی سپہگری مشہور تھی۔ محمود کا لوہا مان گیا۔ اور نہ صرف ان اقوام پر جو مدعی شجاعت تھیں محمود کا سکہ ہی بیٹھا بلکہ انھوں نے متفقہ طور پر اس امر کو تسلیم کر لیا کہ بلاشبہ جوش اسلامی میں ڈوبے ہوئے مسلمان راجپوتوں سے کہیں زیادہ بہادر اور شجاع ہیں۔ خیر منجملہ ان چند نکتہ چینیوں کے

جو اسپر کی جاتی ہیں - اور ان سب پر اسوقت تبصرہ کرنا ہمارا اصل بحث بھی نہیں - بخل کا الزام
بھی اسپر عائد کیا جاتا ہی - یہ بالکل ایک ایسی ہی بات ہی جیسے کسی حسین کو اسکا چہرہ سیاہی
سے بدرنگ بنا کر لوگ بدشکل کہنا شروع کردیں - یا کسی اسپ تازی کے پیر میں کیل
ٹھوک کر اسپر مستقل لنگ کا عیب لگا دیں - یا سورج کو ابر میں چھپا دیکھکر لوگ یہ
کہنا شروع کردیں کہ اب اسمیں وہ روشنی اور گرمی جو پہلے تھی نہیں رہی -

یہ واضح رہے کہ یہ الزام اسی محمود پر لگایا جاتا ہے کہ جسنے اپنی ہندوستانی
فتوحات کے زمانہ میں اس بے انتہا مال غنیمت سے جو وہ ہند سے لوٹ کر
لے گیا تھا غزنی وغیرہ تو در کنار ان دور و دراز ممالک کے جو اسکی قلمرو میں بھی نہ تھے
بچے بچے تک کو وہ معقول عطیہ بھجوائے جو کبھی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں
آسکتے اور جو انکو پشتہا پشت تک کام آئے -

٢٥ بعض نکتہ چین اصحاب کا اس معاملہ میں یہہ خیال ہے کہ سب کارروائیاں
اسنے صرف اس غرض سے کیں کہ آیندہ اسکو فوج جمع کرنے میں سہولیت اور
آسانی ہو جائے اور لوگ خود ہندوستان پر حملہ آوری کی خبر سنکر جوق جوق
فوج میں آکر داخل ہو جائیں - یہ بات اس امر کے کہ محمود بخیل تھا بالکل متضاد ہی
ہمکو یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ محمود کی یہ کارروائی کہ اسنے بے انتہا دولت یوں
تقسیم کردی کہاں تک درست اور کہانتک بے جا تھی صرف سوال یہ ہے کہ وہ ایسی
صورت میں بھی بخیل ہو سکتا ہے یا نہیں -

ایک بخیل سے ایسی سخاوت کا ظہور میں آنا خواہ اسمیں کیسا ہی راز مضمر کیوں
نہو ناممکن سا معلوم ہوتا ہے - ایسی گرانمایہ دولت کا یوں لٹا دینا صرف اس امید پر
کہ ہندوستان جا کر پھر اس سے زیادہ دولت بھر لائینگے کسی عقلمند کے نزدیک درست نہیں
ہو سکتا چہ جائیکہ بخیل -

اور پھر اسکے لیے اور دوسری صورتین بھی پیش آسکتی تھیں جیسا کہ آجکل کی پالیسی ہے - وہ فوج کی تنخواہ دوگنی اور سہ گنی کر سکتا تھا جس کیوجہ سے لاکھوں آدمی فوج میں گو بھرتی ہوتے یا صرف فوج والوں کو ان عطیوں سے مالا مال کردیتا جنکو دیکھکر یا سنکر دوسروں کے موتھ میں پانی بھر آتا اور وہ یہ خیال کرتے کہ اگر ہم بھی فوج میں ہوتے تو ہمکو بھی یہ دولت ملتی آیندہ موقعوں پر لاکھوں کی تعداد میں محمود کے علم کے نیچے جمع ہوجاتے - محمود کی زندگی کے اور بہت سے واقعات سے بھی اسکی دریا دلی اور سخاوت کا ثبوت ملتا ہے - ذرا ذرا سی بات میں خوش ہوکر شعرا وغیرہ کو لاکھوں سے مالا مال کردینا اسکی معمولی سی بات تھی -

ایک دفعہ چند وزرائے ایاز کی محمود سے شکایت کی اور کہا کہ حضور ایک غلام کی ہم سے زیادہ عزت فرماتے ہیں - ہماری اس میں سخت ذلت ہوتی ہے اور آخر وہ کونسی بات ہے جس سے ایاز ہمپر ترجیح دیا جاتا ہے - بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا میں تمکو اسکا تجربہ کسی دن کرادونگا - چنانچہ کچھ دن بعد محمود نے سب کو بلایا اور ایاز کو بھی طلب کیا اور ہر ایک کو ایک ایک بیش بہا موتی دیا اور حکم دیا کہ اسکو ابھی پیسکر بالکل سرمہ کردیں چنانچہ حکم کی تعمیل کیگئی - جب موتی پیسے جا چکے تو بادشاہ نے رنگ بدلکر اور ترشرو ہوکر نہایت غصہ سے ہر ایک سے وہ موتی طلب کیے اور ان کے پیسنے کی وجہ دریافت کی سب نے یہی کہا کہ ہمنے ایسا حضور ہی کے حکم سے کیا - جب ایاز کا نمبر آیا اور اوس سے اسیطرح وہ ہی سوال کیا گیا تو اوسنے بادشاہ کے آگے گردن جھکا دی اور عرض کیا کہ جہاں پناہ مجھسے قصور ہوا اسکی معافی مانگتا ہوں - بادشاہ یہ سنکر ہنسنے لگا اور ان وزرا سے فرمایا کہ دیکھو تم میں اور اس میں اسقدر فرق ہے - تم اپنی بریت میرے حکم بتاکر چاہتے ہو اور وہ اپنی بریت میرے حکم کو اپنا قصور بتاکر اور اسکی معافی چاہکر - یہ سنکر تمام وزرا نہایت شرمندہ ہوئے اور پھر کبھی اس قسم کی شکایت کی جرأت نکی -

یہ واقعہ اگرچہ بظاہر اصل بحث سے غیر متعلق ہے مگر نقل واقعہ سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ
اگر محمود بخیل ہوتا تو کیا ایاز کے رتبہ کو ثابت کرنے کے لیے وہ متعدد بیش بہا موتیوں کا
خون کراتا۔

اس قسم کے اور بہت ایسے واقعات ہیں۔ جس سے یہ بالکل نہیں ثابت ہوتا کہ محمود
کچھ بھی بخیل تھا۔ پھر وہ کونسی بات ہے وہ کونسا واقعہ ہے جس سے اتنا بڑا دھبہ ایسے
عظیم الشان اور قابل فخر بادشاہ پر لگایا جاتا ہے۔ اس الزام کا صرف یہی سبب ہے کہ
محمود نے فردوسی شاعر سے تاریخ فارس لکھنے کو کہا تھا اور ہر شعر پر ایک اشرفی یعنی طلائی
سکہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ جب وہ ۳۵ سال کی محنت کے بعد ۶۰ ہزار شعر لکھکر لایا
تو بادشاہ نے اوسکو ۶۰ ہزار چاندی سکے دیے جنکو لینے سے شاعر نے انکار کر دیا اور
اسکی قلمرو سے باہر چلا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب بادشاہ کو اسکی خدمات کا خیال آیا تو ۶۰ ہزار
طلائی سکہ اسکو بھیجے مگر وہ اوسوقت پہونچے جب اوسکا جنازہ جا رہا تھا۔ چنانچہ وہ اسکی
بہن کو دیدیے گئے۔

قربان جائیے ایسی تاریخ نویسی کے۔ کسقدر رستم باشان تو دعوے اور کسقدر
معقول اسکی دلیل۔ نتیجہ پھر خود ہی جیسا ہونا چاہیے اسکو ہمارے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں۔

اب ہم اپنے ناظرین کے سامنے اوس واقعہ کو مختصراً پیش کرتے ہیں جس سے وہ
خود اندازہ کر سکینگے کہ محمود میں بخل کہانتک تھا اور آجکل کی تاریخ نویسی کہانتک اصلیت پر مبنی
ہوتی ہے اصل واقعہ کو بیان کرنے سے قبل ہم اُن واقعات پر بھی روشنی ڈالینگے جو
اصل میں فردوسی کے دربار غزنی میں پہونچنے کے اسباب ہوئے۔

(باقی دارد)

ہیأت و توقیت

(از ملک العلما حضرت مولٰنا مولوی شاہ ظفر الدین صاحب فاضل بہار)

لاحق بسابق

اب ۴ نومبر کا نصف النہار بہار شریف میں معلوم کرنا ہے مابین التعدیلین ۷ اور ب جیسا کہ معلوم ہوا۔

بازاء ۷ = ۵۳۳۶۸   ۱۲ء کے بعد ۹ ہے اسلیے اسکو رفعا ۱۳ء قرار دیا اسکو تبدیل

بازاء ۱ = ۷۶۲۴   سابق سے گھٹانے اور پھر اسکو ۱۲ گھنٹے سے کم کرنے پر

۱۲۹۶۰۸ء

۱۱ گھنٹہ ۳۴ منٹ ۴۸ء۱۵ سکنڈ حاصل ہوا جو وقت بلدی (لوکل ٹائم) بہار شریف کا ہے اب چونکہ ریلوے وقت لینا ہے اسلیے ۱۲ منٹ ۱۲ سکنڈ کم کیا ۱۱ گھنٹہ ۳۱ منٹ ۲۶ء۱۵ ہوا

معلوم ہوا ۴ نومبر کو بہار شریف میں ریلوے وقت سے ۱۱ بجکر ۳۱ منٹ ۲۶ سکنڈ اعشاریہ ۱۵ پر نصف النہار ہوگا۔

مثال سوم کلکتہ طولہ نح ل یعنی ۴ اح ل حاصل الضرب فی نح ہ ند نسبتہ للدح و حاصل قسمتہ علی الدسہ سہ تحویلہ الی الاعشاریۃ ۲۴.۷۵۰۷ء تضاعیفہ

ا	۰،۷۵۴۲
ب	۱،۵۰۸۴
ج	۲،۲۶۲۶
د	۳،۰۱۶۸
ہ	۳،۷۷۱۰
و	۴،۵۲۵۲
ز	۵،۲۷۹۴
ح	۶،۰۳۳۶
ط	۶،۷۸۷۸

طریق عمل

ضرب: اح ل / د / ۴۰.۴ ب ۴ / ا ن / ۵ ند ۱۲

تفریق: الدند / ہ ند / ح و

تقسیم: سہ سہ) ح د (الد / ح / و / و

تحویلہ الی الاعشاریۃ

سہ سہ / ی / ر ل / ب ل / ۷ ر) اب ل / ی / ہ ک ۱۲ / ہ) الہ

الہ / ی / ۴ ی) ہے / ی / ۱) م / می / و) م ۱۶ ۰،۷۵۴

۲۲

اب ۴ نومبر کا نصف النہار حقیقی کا وقت کلکتہ میں معلوم کرنا ہے پہلے معلوم ہو چکا کہ مابین النورلیس

۱۷،۱ ہے بازا ۱،۷ = ۵۲۷۹۴ یہ بھی رفعا ۱۳،۱ ہوا اسکو تعدیل سابق سے گھٹانے

بازا ۱،۱ = ۷۵۴۲

،۱۲۸۲۱۴

اور پھر اسکو ۱۲ گھنٹے سے گھٹانے پر ۱۵،۳۸ سکنڈ ۴۳ منٹ ۱۱ ت

ہوا یہ معلوم ہوا کہ لوکل ٹائم سے نصف النہار کا وقت کلکتہ میں ۴ نومبر کو ۱۱ بجکر ۴۳ منٹ ۳۸ سکنڈ اعشاریہ ۱۵ ہے اب اگر ریلوے ٹائم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں ۲۴ منٹ اس سے کم کریں تو ۱۱ بجکر ۱۹ منٹ ۳۸ سکنڈ اعشاریہ ۱۵ پر نصف النہار ہوگا۔

مثال چہارم لاہور طولہ عہ الث یعنی غ مہ الث حاصل الضرب فی حو ت زلح تمامہ الی الد سط ب لب حاصل قسمتہ مر لو ک تحویلہ ،۷۹۳۴ تضاعیفہ

ا	۰،۷۹۳۴
ب	۱،۵۸۶۸
ج	۲،۳۸۰۲
د	۳،۱۷۳۶
ہ	۳،۹۶۷۰
و	۴،۷۶۰۴
ز	۵،۵۵۳۸
ح	۶،۳۴۷۲
ط	۷،۱۴۰۶

طریق عمل

ضرب
ا مہ الث
د
بابہ ا لح
نو
د زلح
تحویلہ الی الاعشاریہ
مرلو ک
ی
رمہ حرک
و ۴
۷ ر) لو حرک

تفریق
الد زلح
سط ب لب
نو حرک
ی
طک حرک
۴ ل
۹ ط) ک لحرک
ی
حرک حرک
ہ ل
۳ ح) الہ لحرک

تقسیم
مرلو ک) سط ب لب (الد
ع ح
مہ لب
مہ الد
ح
ح
الہ لحرک
ی
دی حرک ،۷۹۳۴
ہ ل
۴ ا) الہ لحرک
ی
ب ل حرک
ہ ل
۲ ب) الہ لحرک

(باقی دارد)

خلیفہ دوم

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لاحق بسابق

بقیہ فتوحات عراق رستم کو جب اس شکست کی خبر معلوم ہوئی تو اوس سے مروان شاہ کو جسکو نوشیرواں سے بہمن کا خطاب دیا تھا چار ہزار فوج کی ہمراہی میں نہایت تزک واحتشام سے روانہ کیا۔ مروان شاہ کو عرب سے دلی عداوت تھی۔ مروان شاہ نے مشرقی فرات کے کنارے ایک وسیع اور مناسب مقام پر پہونچ کر اپنی فوج ڈالدی مروان شاہ کی فوج جس مقام پر فروکش ہوئی اُسکا نام مروحہ تھا۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالے عنہ کا لشکر جرار بھی نشۂ فتح و مسرت سے سرشار اسی میدان مروحہ میں خیمہ زن تھا۔ لشکر اسلام کے ہر خیمہ و بارگاہ پر اسلامی علم پھریرے لے رہے تھے۔ سرداران فوج کی شاندار اور اعلیٰ بارگاہیں کچھ ایسا دلفریب اور عظمت آفریں نظارہ پیش کر رہی تھیں کہ جسکو دیکھکر آنکھیں محو حیرت ہو جاتی تھیں۔ بالآخر دونوں لشکروں میں صف آرائی ہوئی مگر چونکہ وسط میں دریائے فرات حائل تھا لہذا بہمن نے حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہکو یہ کہلا بھیجا کہ معرکہ آرائی کی یہی صورت ہو کہ یا تو آپ کی فوج اس پار اوتر آئے یا ہم اوس طرف اُتر آئیں۔ اسلامی فوج کے تمام سرداران نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہمکو فرات کے اسی ساحل پر رہنا چاہیے لیکن حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوہر شجاعت خدا داد تھا اونکا دل بہادری اور بلند حوصلگی کے جوشیلے جذبات سے معمور تھا وہ نشۂ شجاعت سے چور رہتے تھے وہ کسی ایسی بات کے جس میں پست ہمتی کا شائبہ بھی ہو نا کیونکر روا دار ہو سکتے تھے اونھوں نے سرداروں کو یہ جواب دیا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ جانبازی اور سرفروشی کے میدان میں مجوسی ہمپر سبقت لے جائیں اور ہمارا قدم پیچھے ہٹ جائے

قاصد جو پیغام لیکر آیا تھا اوس نے یہ کہکر اور بھی اشتعال پیدا کردیا کہ ہماری فوج کا عموماً
یہ خیال ہے کہ عرب مرد میدان نہیں اس جملہ کو سنکر حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے جذبات میں ایک غیر معمولی ہیجان پیدا ہوگیا اور اونھوں نے فوراً فوج کو کمربندی کا
حکم دے دیا۔ بڑے بڑے افسران فوج حضرت مثنے اور حضرت سلیط وغیرہ نے جو عظمت
وشان میں حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے زیادہ تھے اس رائے کی مخالفت
کی۔ لیکن جب حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالےٰ نے اس امر پر اصرار کیا تو اونھوں نے متفق ہوکر
یہ کہا کہ اگرچہ ہمکو اس امر کا یقین کلی ہے کہ اس رائے پر عمل پیرا ہونے سے تمام فوج
تباہ و برباد ہوجائیگی مگر چونکہ قدرت نے آپکو ہمارا سردار بنایا ہے اور سردار سے
مخالفت اور روگردانی کرنا ہمارا شعار نہیں۔ غرض حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا
اشارہ پاتے ہی فرات پر کشتیوں کا پل باندھا گیا اور تمام لشکر اسلام پار اترکر حریف سے
معرکہ آرا ہوا مگر چونکہ پار کا میدان تنگ اور ناہموار تھا اس وجہ سے اہل اسلام اسلامی
سپاہ کو ترتیب نہ دیسکے۔ دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا لیکن ایرانی لشکر کا نظارہ عجب
ہیبتناک تھا۔ ایرانی فوج میں بہت سے کوہ پیکر ہاتھی تھے ہاتھیوں پر گھنٹے لٹک رہے تھے
اور اس زور سے بجتے تھے کہ اون کی مہیب آواز سے فضا گونج اٹھتی تھی۔ گھوڑوں پر آہنی
پاکھریں پڑی ہوئی تھیں۔ ایرانی سواروں کے سروں پر سمور کی لمبی لمبی ٹوپیاں تھیں جنہوں
نے سواروں کی ہیأت کو عجب ہیبتناک بنا رکھا تھا سوار صحرائی جانور معلوم
ہوتے تھے اس سے پیشتر عربی گھوڑوں نے یہ مہیب منظر نہیں دیکھا تھا عربی لشکر
کے گھوڑے اس مہیب نظارہ سے چونکے اور بدک کر پیچھے ہٹے حضرت ابو عبید رضی
اللہ تعالےٰ عنہ نے دیکھا کہ لشکر کا رنگ بیڈھنگ ہے ہاتھیوں کے سامنے کچھ زور
نہیں چلتا۔ فوراً گھوڑے سے کود پڑے اور ہمراہیوں سے للکار کر کہا کہ جانبازو سرفروشی کا
وقت ہے ہمت نہ ہارو اور ہاتھیوں کو بیچ میں لیکر ہودوں کو سواروں سمیت الٹ دو۔

ان مختصر مگر جوشیلے کلمات نے لوگوں کے قلوب پر ایک گہرا اثر کیا سر فروشی کے جذبات
مچل گئے۔ دلوں میں جانبازی کی امنگیں پیدا ہوگئیں سب کے سب فوراً گھوڑوں سے
کود پڑے تلواریں کھینچ کر ہاتھیوں کا مقابلہ کیا اور ہودوں کی رسیاں کاٹ کر فیل نشینوں کو
زمین پر گرا دیا لیکن پھر بھی ہاتھیوں نے فوج میں ایک ہل چل ڈالدی تھی لشکر میں جس سمت
ہاتھی حملہ آور ہوتے تھے صفین کی صفیں الٹ جاتی تھیں حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
یہ رنگ دیکھکر سفید ہاتھی پر جو سبکا سردار تھا دلیرانہ حملہ کیا حالت غیظ میں تلوار بکف
شیر ژیاں کی مثل فیل مست سے مقابل ہوئے اور سونڈ پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ جستک
سے علیحدہ ہوگئی ہاتھی بر جھا کر آگے بڑھا اور حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین
پر گرا دیا وہ سبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ہاتھی نے اون کے سینہ پر پاؤں رکھدیے کہ
ہڈیاں چور چور ہوگئیں حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فوج میں ایک
تہلکہ مچ گیا اون کے بھائی حضرت حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً آگے بڑھکر علم سرداری
ہاتھ میں لیا اور ہاتھی پر مردانہ وار حملہ آور ہوئے ہاتھی نے حضرت ابو عبید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی طرح اون کو بھی پاؤں میں لپیٹ کر مسل دیا۔ اسیطرح سات سرداروں نے
جو سب کے سب حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زور خاندان ثقیف سے تھے
باری باری سے علم ہاتھ میں لے کر ہاتھی سے مقابلہ کیا اور شہید ہوگئے آخر میں حضرت مثنیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا لیکن سرداران اسلام کے یکے بعد دیگرے شہید ہونے سے
فوج بددل ہوچکی تھی لڑائی کا رنگ بدل چکا تھا اور فوج میں بھاگڑ پڑ چکی تھی ایرانی فوج کے
ایک سپاہی نے اس خیال سے کہ لشکر حریف سے کوئی شخص بھاگ کر نجانے پائے۔
یہ شرارت کی کہ دوڑ کر پل کے تختے۔ توڑ دیے لوگوں پر کچھ اسقدر بدحواسی چھا رہی تھی
کہ جب پل پر راستہ نہ ملا تو دریا میں کود پڑے حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فوج کی جب یہ بدحواسی دیکھی تو فوراً از سر نو پل بندھوایا اور سواروں کا ایک دستہ اسغرض سے

۲۷

روانہ کیا کہ وہ بھاگنے والی فوج کو تسلی دے اور اطمینان سے پار اوتار دے۔ اور خود
باقی ماندہ فوج کو لیکر دشمن سے مقابلہ اور اس جوانمردی اور ثابت قدمی سے لڑے کہ
ایرانی لشکر جو مسلمانوں کو پسپا کرتا چلا آتا تھا وہیں رک گیا اور آگے نہ بڑھ سکا۔ اس جنگ
مین سپاہ بہت کام آئی۔ نو ہزار فوج میں صرف تین ہزار باقی رہ گئی۔ تاریخ اسلام میں شاذ
و نادر ہی کو ایسا واقعہ ملیگا کہ جس میں میدان جنگ سے حریف کے مقابلہ سے روبفرار لانا
ثابت ہوسکے اور اگر کبھی ایسا واقعہ پیش بھی آگیا ہے تو اسکا شجاعان اسلام پر بہت گہرا
اثر ہوا ہے۔ چنانچہ اس جنگ میں جن لوگوں کی قسمت میں یہ ذلت اور بدنامی تھی انکو
اس کا جسقدر رنج و قلق ہوا اوسکا اظہار ناممکن ہے شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ اختتام
جنگ کے بعد ایک عرصہ دراز تک حیران و سرگردان خراوانی خجالت سے خانہ بدوش
پھرتے رہے بسا اوقات رو رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے اور مارے غیرت کے
لوگوں سے روپوشی کرتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مدینہ طیبہ پہونچکر چھپ چھپکر
اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے اور شرم سے باہر نکلنا اور لوگوں کو اپنا موںھہ
دکھانا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بہ نفسِ نفیس اونکے پاس
جا جا کر اونکو تسلی و تشفی دیتے مگر اس سے بھی اونکو کسی پہلو قرار نہیں آتا تھا۔
اور اونکی تسلی نہیں ہوتی تھی۔

حسب بیان مورخ بلاذری یہ جنگ ہفتہ کے دن رمضان سنہ ۱۳ھ میں واقع ہوئی
اور اس لڑائی میں حضرت سلیط۔ اور حضرت ابو زید انصاری۔ اور حضرت عقبہ۔ و حضرت
عبداللہ۔ اور حضرت یزید بن قیس الانصاری۔ ابو امیتہ الفزاری وغیرہ نامور صحابۂ
کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین شہید ہوئے۔

خاکسار ابوالمعالی مدیر۔

دیانندی آریہ

لاحق بسابق

بضمن جوابات اعتراضات پنڈت دیانند متعلق سورۂ فاتحہ

اگوید میں پاپ اور پن کا پھل بھوگنے کے دو راستے بتائے گئے ہیں ایک تو پتریان یعنی
دیویان اور دیویان کی نسبت یہ بتایا گیا کہ اسمیں موکش کا درجہ حاصل کرکے مرنے اور پیدا
ہونے کے جنجال سے چھوٹ جاتا ہے اور دوبارہ نہیں پیدا ہوتا اس سے تو عالم کے ابدی
ہونے کا خیال بھی باطل ہوتا ہے جو آریوں کے عقائد میں سے ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی
زمانے میں تمام جیو موکش کے درجہ کو حاصل کرکے مرنے اور پیدا ہونے کے جنجال سے آزاد
ہو جائیں تو عالم حیوانات و نباتات بالکل معدوم ہو جائیگا۔ گائے بیل بھینس بکری۔
اونٹ ہاتھی چرند پرند حشرات الارض سب ناپید ہو جائینگے اور اس سے آریوں کے اس
قول کا بطلان ظاہر ہوتا ہے کہ سلسلہ توالد و تناسل قدیم ہے اور ہمیشہ اسیطرح جاری
رہیگا جب ارواح نجات پاکر دوبارہ پیدا ہونے اور مرنے سے آزاد ہو جائیگی تو یہ سلسلہ
کہاں رہا۔ نیز پنڈت دیانند کا قول بھی باطل ہوتا ہے کہ ایشور کسی کو ہمیشہ کے لیے
نہیں دیسکتا بلکہ نیک سے نیک شخص کو بھی ایک مدت معینہ کیلیے مکتی خانہ بھیجدیا جاتا ہے
جسطرح قیدیوں کو مدت مقرر کرکے جیل بھیجا کرتے ہیں اور جب وہ مدت ختم ہوئی
تو مکتی خانہ سے نکال دیے گئے ع روی گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد + لیکن رگوید
کی یہ عبارت بتاتی ہے کہ وہ دنیوی بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے اگر بالفرض اوسکو پھر گرفتار
کیا جائے اور کسی جون میں لایا جائے تو اوسکا قصور بتانا ضروری ہوگا اور جو جون اسکو
دیجائیگی تو وہ کس عمل کی پاداش میں ہوگی کیا آریہ اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرینگے
علاوہ بریں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیو یعنی روح کا کسی نکسی جسم سے تعلق ہونا واجب

اور ضرورت نہیں بلکہ روح مجرد بھی رہ سکتی ہے یہ بات ہے جس نے تناسخ کے دلائل کا
قلع قمع کردیا اور درحقیقت آریوں نے یہ مسئلہ نہایت مضحکہ انگیز اور غیر عاقلانہ طریقہ
سے مانا ہے جیو کے ایک جسم سے دوسرے جسم تک پہونچنے کی جو صورت وید نے بتائی ہے
اوسکو دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے یجر وید ادھیاے ۱۹ منتر ۴۷ میں ہے۔
"جب جیو پچھلے جسم کو چھوڑ کر ہوا پانی اور نباتات میں سے گزرتا ہی باپ یا ماں کے جسم میں
داخل ہوتا اور دوبارہ جنم پاتا ہے تب وہ جیو جسم اختیار کرتا ہے"۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کے اعتقاد میں روح بدن سے نکلکر ہوا میں گھومتی پھرتی ہی
پھر پانی میں غوطے لگاتی ہے پھر نباتات یعنی ساگ وغیرہ پر بیٹھ کر غذا کیساتھ مرد یا عورت کے
جسم میں داخل ہوتی ہے اول تو یہ ترکیب کتنی عجیب و غریب ہے جسے سنتے ہی عقل کو ایک
حیرت ہوتی ہے اسکے علاوہ یہ کسقدر نفیس بات ہی کہ روح نباتات ہی کی وساطت سے
جسم میں داخل ہوتی ہے اگر کوئی شخص نباتی غذائیں ترک کردے اور حیوانی غذائیں کھایا
کرے گوشت کباب دودھ دہی میں اسکی غذا منحصر ہو تو وید کے اصول سے کبھی اوسکے
اولاد نہیں ہوسکتی کیونکہ جیو اوسکے جسم میں داخل ہی نہیں ہوسکتا داخل تو جبھی ہوتا جب
وہ بھجیا کہاتا مگر اوس نے ایسا نہیں کیا تو وید کے قاعدے سے اوسکے اولاد نہیں
ہوسکتی لیکن تجربہ وید کے اس قانون کو غلط ثابت کردیگا اور گوشت خور کی اسقدر
کثیر اولاد ہوگی کہ بھجیا والے دیکھکر ترساہی کرینگے عالم حیوانات میں اگر نظر ڈالیے
تو آپ کو بہت کثیر ایسے حیوانات ملینگے جو نباتات سے آشنا نہیں بعضے محض مٹی چاٹتے
ہیں بعضے ہوا یا پانی کے کیڑے مکوڑے کہاتے ہیں بعضے شکاری ہیں کہ وہ پرندیا
چرند کے شکار ہی پر بسر کرتے ہیں اور ان سب کی نسلیں جاری ہیں یہ تمام شہادتیں
وید کی اس بعید از عقل و قیاس تعلیم کو لغو و مہمل ثابت کرتی ہیں علاوہ بریں یہ کسقدر نرالی
بات ہی کہ نباتات کے ذریعہ سے جیو ماں یا باپ کے جسم میں داخل ہو کر جنم پاتا ہے فرض کیجیے

جس بوٹی پر جیو سوار تھا اُسکو کسی نابالغ بچے نے کہا لیا تو چاہیے کہ اِس بچہ کے اولاد ہو یا جیو زمانہ بلوغ تک اس کے پیٹ میں قید رہے تو یہ جنم لینے سے پہلے سزا ہو گئی اور جب بغیر جنم لیے سزا ممکن ہوئی تو سزا کے لیے جنم غیر ضروری ہوا تناسخ باطل اور اگر ناگہانی طور پر کسی برہمچاری (مجرد) نے اس بوٹی کو کھا لیا اور وہ جیو اوس کے جسم میں داخل ہوا تو فرمایئے کہ مدت العمر قید ہی رہیگا یا اوس برہمچاری مرد کے بچہ پیدا ہوگا کیا ابتک وید کی اِس تعلیم کا کوئی نشان پایا گیا ہے اور کسی برہمچاری نے بچہ جنا ہے اگر وہ بوٹی عنین (نامرد) یا خصی مجبوب مقطوع الآلہ کی غذا بنی اور جیو اُن کے جسم میں داخل ہوا تو وہ کس راہ سے جنا جائیگا۔ کان سے ناک سے اور اگر کسی ناکتخدا کنواری لڑکی یا برہمچریہ کرنے والی عورت نے وہ بوٹی کہالی تو بغیر شوہر ہی کے اوسکے اولاد ہو جائے گی آیا آریہ ایسا مانتے ہیں اگر روح غذا کے ذریعہ سے ابتداءً ان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو اولاد ہونے کے لیے مرد کیوں درکار ہے ایسا عاقلانہ اور ہوشمندانہ خیال تعجب ہی کہ عقل و ہوش رکھنے والوں کا عقیدہ ہو سکے۔

پنڈت دیانند اسی تناسخ کے معتقد ہیں اور قرآن مجید کی آیات میں اسی کو ڈھونڈھنا چاہتے ہیں یقیناً کتاب الٰہی ایسی لغویات سے پاک ہوتی ہے بلکہ کسی عقلمند آدمی کی زبان و قلم سے ایسی باتیں نہیں نکل سکتیں جو بچوں کی نگاہوں میں قابل مضحکہ ہیں ✤

اکابر سلسلۂ عالیۂ برکاتیہ کے متبرک حالات

(از حضرت اولادِ رسول جناب مولٰنا مولوی سید محمد میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ مارہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

سرکار کلاں

استاذ المتقین حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ

حجۃ السالکین زبدۃ الواصلین صاحب سجادۂ راستین و خلف اکبر حضور صاحب البرکات حضرت سید شاہ آل محمد نام نامی "منظہر البرکات" لقب گرامی ہے۔

ولادت ولادت باسعادت ہمارے قدیم وطن آبائی بلگرام میں بروز پنجشنبہ اٹھارہ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ ہجری میں ہوئی۔ حضرت کے والد ماجد نے لفظ "ظہور" تاریخ ولادت پائی۔ اور اسی مناسبت سے نقش خاتم مبارک کے لیے یہ سجع فرمایا ع ظہور آل محمد زبرکت اللہ۔ (کاشف الاستار و آثار احمدی وغیرہ)

تعلیم و تربیت اپنے حضرت والد ماجد سے اکتساب فیوض ظاہری و باطنی فرمایا۔ اور انہیں کی زیر تربیت و تعلیم مدارج و منازل سلوک باطن طے فرما کر وصول الی اللہ تعالٰی کے مرتبہ عظیمہ پر فائز ہوئے۔ حضور صاحب البرکات کو انپر خاص نظر عنایت و محبت تھی۔ انکی جدائی ذرا دیر کی بھی گوارا نفرماتے۔ اور ہمیشہ اپنے فیوض و برکات تازہ بتازہ سے مالامال فرماتے رہتے۔ اگر اتفاق سے کبھی انہیں اپنے ساتھ نماز کی جماعت میں نپاتے بغایت عنایت فرماتے آج ہمنے نماز کی حلاوت نپائی۔ سبحان اللہ یہ کلام عجب مضمون لطیف و دقیق رکھتا ہے۔ تاکہ فہمد و کرا فہمانند من فہم فہم۔ اور حضرت کو بھی اپنے والد ماجد سے وہ مرتبہ عشق و محویت محبت تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ اپنے مکان میں تشریف فرما رہتے۔ اور اپنے حضرت والد ماجد کے حرکات و سکنات بحکم "القلب یہدی الی القلب" بغایب صحیح طور پر بتادیتے۔ ایکبار فرمایا اسوقت حضرت اپنے مقام اجلاس میں تشریف فرما نہیں ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ فی الواقع اوسوقت حضور صاحب البرکات پیخانہ گئے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ فنا فی الشیخ کبھی کبھی حضرت کی صورت ظاہری کو شیخ کی صورت بنا کر نظر عام میں پیش کردیا کرتے تھے۔ (کاشف الاستار وغیرہ)

بیعت وخلافت | حضرت کو اپنے والد ماجد سے سلاسل قدیمہ وجدیدہ قادریہ چشتیہ
وسہروردیہ ونقشبندیہ میں اجازت وخلافت وبیعت حاصل تھی۔ نیز حضرت سید العارفین شاہ لدہا
بلگرامی قدس سرہ السامی نے بھی عطائے سند خلافت وخلعت ودستار نیابت سے ممتاز فرمایا تھا
(مآثر الکرام)

مجاہدہ وریاضت | طے منازل سلوک ووصول الی اللہ میں اٹھارہ برس کامل حضرت نے
ریاضات شاقہ ومجاہدات عظیمہ میں گزارے۔ اس مدت میں تین برس کامل بمقام خلوت و
اعتکاف میں عزلت گزیں رہے۔ صرف جو کی روٹی پر روزہ افطار فرمالیتے۔ فرماتے تھے کہ اس
جو کی روٹی میں نفس کو بہلانے کیلیے چار مزے قرار دے لیے تھے ایک سوکھی روٹی بے نمک
دوسرے نمک کیساتھ تیسری پانی کیساتھ بے نمک۔ چوتھے پانی کے ساتھ مع نمک۔ اور کچھ
عرصہ صرف چانول کی تھوڑی سی پیچ پر ہی اکتفا فرمایا۔ ان دنوں میں اعمال واشغال ومراقبات
واوراد ہر طریقہ کے جاری رہتے۔ اور اونسے برکات وتجلیات بیش از بیش جلوہ افزا ہوتے۔

آخر الامر طریقہ حبس دم شروع فرمایا۔ اور اسے نہایت درجہ کمال تک پہنچایا۔ اس دوران میں
تین ماہ صرف ایک چیسہ بھر پانی پیتے اور باجرہ کی خشک روٹی تناول فرماتے۔ غرض ایسے
ریاضات شاقہ ومجاہدات عظیمہ الہاسال برداشت فرماکر سلوک اتمام کو پہنچایا۔ اور
بحکمہ تعالیٰ وفضلہ جل مجدہ مرتبہ وصول الی الحق پر فائز ہوئے۔ ان ریاضات شاقہ سے
مزاج مبارک میں غلبہ حرارت اسدرجہ شدید ہوا کہ تپ دق تک نوبت پہنچی۔ اور اپنے حضرت والد ماجد
کے حکم سے دوبار اوسکے علاج ظاہری کیلیے دار السلطنت دہلی تشریف لیگئے۔ آخر مارہرہ میں بقراط زماں
حکیم عطار اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معالجہ صحیحہ وتدبیر مستقیم سے بحکم شافی مطلق مزاج مبارک
اصلاح پر آیا۔ ایام مرض میں حضرت صاحب البرکات قدس سرہ نہایت عنایت ومحبت فرماتے
اگر ہماری درویشی صحیح ہے تو یہ آل محمد کو ضرور صحت حاصل ہوگی۔" (کاشف الاستار وآثار احمدی)

مسند ارشاد وہدایت پر جلوہ افروزی | آپ کے حضرت والد ماجد قدس سرہ نے

اپنے سامنے ہی آپکو ارشاد و ہدایت طالبان حق کے کام پر مقرر فرما دیا تھا اور آپ اس کام کو بحسن و خوبی تمام انجام دینے لگے تھے - چنانچہ حضرت صاحب البرکات کی خدمت میں جو طالب سلوک حاضر ہوتا آپ اوسے اس راہ کے سلوک کا کچھ طریقہ ارشاد فرما کر حکم دیتے کہ یہ سید آل محمد کے پاس جاؤ اور فرماتے انہوں نے ہمسے بہت بوجھ ہلکا کرایا اور ہمیں بہت آرام دیدیا - اونکے وصال کے بعد تیس برس کے سن میں حسب دستور خاندانی حضور صاحب البرکات کے چہلم کے دن صفر ۱۱۴۲ھ میں مسند آرائے سجادۂ غوثیہ برکاتیہ ہوئے او فیوض ظاہر و باطن کا وہ دریا جو پہلے سے رواں تھا اب اور زائد زور و شور سے موجیں مارنے لگا - شب و روز طاعت و عبادت خالق و ہدایت و رہنمونی خلائق کے سوا دوسرا کام نہ تھا - بطور جذب و سلوک جسطرح طالب کے مذاق طبع و استعداد باطن کے مناسب حال دیکھتے تعلیم و ارشاد فرماتے اور سلوک باطن کے قواعد و طرق مروجہ میں اپنے کشف باطن سے مسترشد کے حسب حال ایجادات و اختراعات مفیدہ ایسے فرمادیتے جن سے اونکا اثر بحکمہ تعالے و عونہ جل مجدہ زود رساں و زود رس ہو جاتا اور مسترشد کی آراستگی ظاہر و باطن محاسن و محامد شریعت و طریقت سے بطریق اتم و اکمل انجام دیتے - (کاشف الاستار وغیرہ) (باقی دارد)

ذکر رضا

۱۹۲۱ء

(از حضرت مولانا مولوی حاجی شاہ محمود جان صاحب قادری رضوی پیشاوری جام جودھپوری عمت فیوضہم)

اوسکی جان نثاری دین کے واقعات سے ایک واقعہ کا اظہار اور اوسکے ضمن میں اوسکی تصانیف کا بیان بطور اختصار

واقعات اوس سے زمانے میں بکثرت مشہور | اونمیں سے ایک کرتا ہوں بیان و مذکور
اوس سے ہو جائیگی معلوم بحسن و خوبی | جان نثاری سخن رفعت علمی اوسکی

انڈیا بھر کے جو مشہور تھے عالم فاضل
اہل ندر اور مشایخ ہوئے اون میں شامل

سب کی آپس میں ہوئی ایک جماعت قایم
ایسے سامان کیے جس سے رہے وہ دایم

نہ رہے باد مخالف کی کچھ اوسکو دہشت
نہ اوٹھائے یہ جماعت کبھی رنج فرقت

نام ندوہ[1] سے جماعت ہوئی سب میں مشہور
کوئی رکن اسکا کوئی صدر کوئی صدر صدور

جبکہ باضابطہ یہ انجمن ندوہ بنی
پھر ہر اک رکن کے اور صدر کے دلمیں یہ ٹھنی

کہ کیا جائے بڑے شہروں میں جلسہ ہر سال
لکچر ایسے ہوں بیاں جنسے کہ حاصل ہو مآل

نثر میں نظم میں ایسا ہو مضمون بیاں
جتنے تو ہیں کسی فرقہ کی ہوتی ہو عیاں

کلمہ گو جتنے ہیں آپس میں ہیں دینی بھائی
ہاں تو اسکو بجا دور کرو خود رائی

رافضی کیسے وہابی و خوارج کیسے
تفرقہ کیسا یہ آپسمیں مدارج کیسے

غیر زائی ہو کوئی یا کہ تبرائی ہو
نیچر کا کوئی چیلا ہو یا بھائی ہو

ایک ہو جائیں بہم جیسے کہ شیر و شکر
تو تو میں میں نہیں اچھی ہے کریں اس سے حذر

جسقدر کافر و بددین یہاں ذکر کیے
رکن ندوہ ہوئے اون سب میں کے اونچے اونچے

انڈیا بھر کے بڑے شہروں میں جلسے ہر سال
منعقد ہوتے رہے از پئے تحصیل مال

آڑ میں ٹٹی کے کھیلا ہے بہت روز شکار
مال و زر قوم سے تحصیل کیا لیل و نہار

قوم نے اپنا کیا دونوں جہاں کا نقصان
پیٹ ندوہ کا بھرا ۔ ہے یہ حماقت کا نشاں

کان پور[2] میں جو ہوا جلسۂ اول کا ظہور
نامۂ صدر[3] بریلی گیا فاضل کے حضور

اوسمیں لکھا تھا کہ اے فاضل عالی رتبہ
منعقد ہوگا فلاں روز یہاں اک جلسہ

عالموں کی طرف اوس جلسہ کی نسبت ہے حضور
آیئے آپ کے آنے سے ہمیں ہوگا سرور

الغرض لے گئے تشریف وہ اعلیحضرت
تین دن تک رہی اوس جلسہ میں اونکی شرکت

---

[1] شہر کانپور میں ندوۃ العلما کی بنا کا پتھر ۱۳۱۱ھ میں رکھا گیا [2] یعنی کانپور کثرت استعمال کی وجہ سے واو حرف علت گرا دیا گیا
[3] مراد اس پہلے جلسے کے ناظم و بانی ندوۃ العلما مولوی محمد علی کان پوری تھے ۱۲-

چند کام اوسکے شناعت سے بھر آئے نظر — مذہب حق کے لیے تھے جو مثال نشتر

دیکھکر ایسی شناعت کو ہوا رنج و قلق — بانیوں نے کیا اس بارے میں اظہار حق

گفتگو اون کی بھری مکروں سی پاکر یہ کہا — ہم تو جاتے ہیں کبھی اسمیں نہ لائے مولا

بس اوسی وقت سے رقت ہوئی اوسپہ طاری — بل گیا دل اور ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری

حالت گریہ میں یہ عرض کی اے رب جہاں — خالق عرش بریں ہادی جن و انساں

دین حق سنت اطہر پہ ہیں حملہ آور — اہل طغیان وفتن کرکے کمیٹی مل کر

ہے نگہبان تو ہی اور تجھی سے فریاد — مذہب پاک کی کرنا تو ہمیشہ امداد

اے نبی وقت مدد ہے کہ یہ سب بدکردار — چاہتے ہیں کہ مٹا دیں تری سنت کی بہار

الغیاث المدد اے خسرو والا تمکیں — اہل باطل کی تو حملوں سے بچا قصر دیں

میری خواہش ہے کہ ان سب کا لکھوں ردّ شدید — جس سے ہو ملت حقہ کی سراسر تائید

سنی بھائی مرے گمراہ نہونے پائیں — گوہر ایمان کا دھوکے میں نہ کھونے پائیں

جو کہ کھو بیٹھا ہے مل جائے اوسی وہ گوہر — جو گرا چاہے ضلالت میں وہ نکلے باہر

ہوں میں ناکارہ مگر سچا ہوں بندہ تیرا — تیری امداد اگر پکڑے گی بازو میرا

مجھسے ہو جائے گی اوسوقت یہ دینی خدمت — باعث مغفرت ہو گی یہ یقینی خدمت

بعد ندوہ کو مخذول کے دیکھے مضمون — مکر و گمراہی سے پائے وہ سراسر مشحون

پھر اوسی وقت وہ جنبش میں قلم کو لایا — رد کیا اوسکو جو رد کرنے کے قابل پایا

پہ رہی تحقیق سے لکھا وہ ہدیٰ کا دفتر — ہو کے مطبوع وہ شائع ہوا ردّ النور

دفتر ندوہ گمراہ میں بھیجا پہلے — پھر اراکین کی جانب وہ گیا بے کھٹکے

زلزلہ دفتر ندوہ میں اوسی دم آیا — رعب حق صدر و اراکین کے دلوں پر چھایا

پھر اشاعت میں عموماً ہوئی سعی کامل — مکر ندوہ سے خبردار ہوا ہر غافل

(باقی دارد)

مثنوی تہذیب الاخلاق۔

جناب مولنا مولوی ابو ناظم محمد کاظم رحمتی صاحب مدرس بی ایل ہائی اسکول براج گنج بنگال نے یہ کتاب بہت سلیس اردو زبان میں تصنیف فرمائی ہے جو مبتدی طلبا کے لیے نہایت مفید اور کارآمد ہے مصنف علام نے حمد و نعت کے بعد مناقب صحابہ کرام علیہم الرضوان ذکر فرمائے ہیں پھر علم و علما و طلبہ کے فضائل۔ لڑکپن میں علم حاصل کرنے۔ علم کی طلب میں ثابت قدم رہنے جہلا کی صحبت سے پرہیز کرنے۔ علوم و فنون دنیوی حاصل کرنے۔ اوستاد و والدین کی خدمت و عظمت کرنے۔ سلطان کی اطاعت و فرمابرداری کرنے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ کے حاصل کرنیکے بیان ذکر فرمائے ہیں اور جن باتوں کی ابتدائی تعلیم میں ضرورت پڑتی ہے وہ سب اسمیں موجود ہیں۔ مدارس کے منتظمین و مدرسین کو چاہیے کہ اس کتاب کو ضرور بلکہ بہت ضرور مصنف صاحب سے طلب فرماکر اپنی درسگاہوں میں اسکو جاری فرمائیں قیمت علاوہ محصولڈاک ۵ر

الوضوء

الحمدللہ کہ یہ رسالہ ہدایت قبالہ جسکی طرف مدت سے لوگوں کی خواہش و تمنا تھی کہ کوئی کتاب اردو زبان میں نہایت سہل اور آسان ایسی ہونا چاہیے کہ جسمیں وضو کے متعلق جملہ مسائل ہوں مثل فرائض و واجبات و سنن و مستحبات وغیرہ کے اور کن کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کن کن چیزوں سے نہیں۔ لہذا بفضلہ تعالےٰ اب اون کی آرزو برآئی اور کتاب مذکور زیور طبع سے آراستہ ہوگئی قیمت علاوہ محصولڈاک ۲ر

تحفۂ عشاق

جناب مولنا مولوی حاجی جمیل الرحمن خانصاحب مرحوم کا وہ کلام جو اتبک غیر مطبوع تھا جملہ شائقین خصوصًا میلاد خوان حضرات کو نہایت بے چینی کیساتھ اوسکا انتظار تھا وہ بعونہ تعالےٰ مع چند دیگر مشہور غزلیات کے چھپکر تیار ہوگیا قیمت علاوہ محصولڈاک ۱ر

ملنے کا پتہ

دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ واقعہ آستانۂ عالیہ قدسیہ رضویہ بریلی محلہ سوداگران

صرف بریلی کیلیے اوقات صلوٰۃ خمسہ بابت ماہ ذیقعدۃ الحرام سنہ ۱۳۴۵ھ

تاریخ ماہ قمری	صبح صادق		طلوع آفتاب		ضحوۂ کبریٰ		روز	انتصاف النہار		عصر حنفی		غروب آفتاب		عشاء حنفی		تاریخ ماہ شمسی
	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ		گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	
یکم ذیقعدہ	۴	۵	۵	۳۰	۱۱	۲۶	چہارشنبہ	۱۲	۸	۴	۵۳	۶	۴۹	۸	۱۴	۴ مئی
۲	〃	۴	〃	〃	〃	〃	پنجشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۰	〃	〃	۵
۳	〃	۳	〃	۲۹	〃	〃	جمعہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۱۵	۶
۴	〃	۲	〃	۲۸	〃	〃	شنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۱۶	۷
۵	〃	۱	〃	۲۷	〃	۲۵	یکشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۱	〃	۱۷	۸
۶	〃	۰	〃	〃	〃	〃	دوشنبہ	〃	〃	〃	۵۴	〃	۵۲	〃	۱۸	۹
۷	۳	۵۹	〃	۲۶	〃	〃	سہ شنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۳	〃	۱۹	۱۰
۸	〃	۵۸	〃	۲۵	〃	〃	چہارشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۱۱
۹	〃	۵۷	〃	۲۴	〃	〃	پنجشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۴	〃	۲۰	۱۲
۱۰	〃	۵۶	〃	〃	〃	〃	جمعہ	〃	〃	〃	۵۵	〃	〃	〃	۲۱	۱۳
۱۱	〃	〃	〃	۲۳	〃	〃	شنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۵	〃	۲۲	۱۴
۱۲	〃	۵۵	〃	〃	〃	۲۴	یکشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۶	〃	۲۳	۱۵
۱۳	〃	۵۴	〃	۲۲	〃	〃	دوشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۲۴	۱۶
۱۴	〃	۵۳	〃	۲۱	〃	〃	سہ شنبہ	〃	〃	〃	۵۶	〃	۵۷	〃	۲۵	۱۷
۱۵	〃	۵۲	〃	〃	〃	〃	چہارشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۱۸
۱۶	〃	۵۱	〃	۲۰	〃	〃	پنجشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۸	〃	۲۶	۱۹
۱۷	〃	〃	〃	〃	〃	〃	جمعہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۲۷	۲۰
۱۸	〃	۵۰	〃	۱۹	〃	〃	شنبہ	〃	〃	〃	۵۷	〃	〃	〃	۲۸	۲۱
۱۹	〃	۴۹	〃	〃	〃	〃	یکشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۵۹	〃	۲۹	۲۲
۲۰	〃	〃	〃	۱۸	〃	۲۳	دوشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۲۳
۲۱	〃	۴۸	〃	〃	〃	〃	سہ شنبہ	〃	۹	〃	〃	۷	۰	〃	۳۰	۲۴
۲۲	〃	۴۷	〃	۱۷	〃	〃	چہارشنبہ	〃	〃	〃	۵۸	〃	۱	〃	۳۱	۲۵
۲۳	〃	〃	〃	〃	〃	〃	پنجشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳۲	۲۶
۲۴	〃	۴۶	〃	〃	〃	〃	جمعہ	〃	〃	〃	〃	〃	۲	〃	۳۳	۲۷
۲۵	〃	〃	〃	۱۶	〃	〃	شنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۲۸
۲۶	〃	۴۵	〃	〃	〃	〃	یکشنبہ	〃	〃	〃	۵۹	〃	۳	〃	۳۴	۲۹
۲۷	〃	۴۴	〃	۵	〃	〃	دوشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳۵	۳۰
۲۸	〃	〃	〃	۱۵	〃	〃	سہ شنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	۴	〃	〃	۳۱
۲۹	〃	〃	〃	〃	〃	〃	چہارشنبہ	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳۶	یکم جون
۳۰	〃	۴۳	〃	〃	〃	〃	پنجشنبہ	〃	۱۰	۵	۰	〃	۵	〃	۳۷	۲